بسم الله الرحمن الرحیم

انبیاءؑ اور آئمہؑ کی قبور کی حفاظت

مؤلف :
آیت اللہ شیخ جعفر سبحانی

مترجم :
مرضیہ زینب عابدی

کتاب :------------ انبیاءؑ اور آئمہؑ کی قبور کی حفاظت
مؤلف : ------------- جعفر سبحانی
مترجم :-------------- مرضیہ زینب عابدی
مصحح :---------------سید اصغر علی کاظمی
نظر ثانی : ------------سید مبین حیدر رضوی
ناظر : --------------- محمد حسین رحمانیان
پبلشرز : ------------نشر مشعر
سن طباعت : ---------اول، جولائی ۲۰۱۳، ۱۳۹۲ھ ش
پبلکیشنز : -------------نشر مشعر
تعداد : ---------------
قیمت : ---------------

مشعر کے ہولسیلرز اور ڈیلرز :
تہران : ٹیلیفون نمبر : ۶۴۵۱۲۰۰۳ ــ ۰۲۱
قم : ٹیلیفون نمبر : ۷۸۳۸۴۰۰ - ۰۲۵

فہرست

تمہید ۹

باب اول

زیارت کے فوائد قرآن وسنت کی روشنی میں

فطرت اور آئین اسلامی ۱۲
مرحومین سے محبت ایک فطری امر ہے ۱۳
قبور کی زیارت کے تربیتی اثرات.......................... ۱۴
علماء کی قبور کی زیارت ۱۵
شہداء کی قبور کی زیارت ۱۵
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں حاضری ۱۷
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلبِ مغفرت کرنا ۱۸
قبور کی زیارت اور سنتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۹
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد مبارک کی زیارت احادیث کی روشنی میں. ۲۰
حدیث "لاتشدّ الرحال۔۔۔۔۔۔۔۔" کی تفسیر ۲۲
مساجد سبعہ کی زیارت.............................. ۲۳
قبور کی زیارت کے ذریعے صالحین کے آثار کی حفاظت ۲۵

دوسرا باب

قبور اولیائے الٰہی کے قبروں کی حفاظت

دو تہمتوں: "بدعت اور شرک" کا تجزیہ ۳۰
صاحب قبر کی پرستش اور شرک ۳۱
۱۔ گزشتہ امتوں میں قبور کی تعمیر ۳۴
۲۔ ذی القربیٰ سے اظہار مودّت ۳۵
۳۔ اولیاء کے بیوت (گھر) اور ان کے مزار ۳۶
الف: بیوت سے کیا مراد ہے؟ ۳۸
ب: وہ گھر جو آرام گاہوں میں تبدیل ہوگئے ۳۹
۴۔ خلفاء اور گزشتہ انبیاء کی قبور ۴۰
۵۔ مسلمانوں کا شیوۂ زندگی اور قبور کی تعمیر ۴۱
۶۔ احادیث آئمہؑ کی روشنی میں قبور کی حفاظت ۴۶

ضعیف روایات ۵۲
۱۔ قبر کو اس کی مٹی سے پُر کیا جائے ۵۲
۲۔ تعمیر قبور سے نہی ۵۴
۳۔ قبر پر کھریا، یا مٹی تزئین کرنا ۵۷

۴۔ قبر کی بلندی، چار انگشت یا ایک بالشت کے برابر.......... ۵۸
۵۔ قبور کو ہموار کرنا.................. ۵۹
۶۔ قبر کی تجدید.................. ۶۲

تیسرا باب

مقامات مقدسہ کے ساتھ مساجد کی تعمیر

۱۔ اصحاب کہف کے مرقد پر مسجد کی تعمیر.............. ۶۵
۲۔ مسجد النبی کے اندر مرقدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود.......... ۶۷
۳۔ قبور کے نزدیک مساجد اور ان میں نماز پڑھنے کا حکم.......... ۶۹
۴۔ آئمہؑ کی نظر میں حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کے حرم میں نماز ادا کرنے کا حکم.................. ۷۰
خود غرض اور مفاد پرست افراد کی روایات.............. ۷۲

چوتھا باب

اپنے عزیز و اقارب کے فراق میں سوگواری

عزیز و اقارب کی موت پر سوگواری.................. ۷۷
سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے لئے عزاداری.............. ۷۸

پانچواں باب

مزار کے نزدیک گناہوں کا ارتکاب

اپنے سر اور چہرے کو پیٹنا ۷۹

اچھے الفاظ میں مومن پر نوحہ کرنا ۸۵

دیگر موضوعات ۸۷

۱۔ اولیاء سے توسل کرنا ۸۷

۲۔ اولیاء کے لئے نذر ونیاز کرنا ۸۸

۳۔ درخواست، شفاعت ۸۹

۴۔ اولیاء سے مدد طلب کرنا ۹۰

۵۔ غیر خدا کی قسم کھانا ۹۰

۶۔ قبر کا طواف کرنا ۹۱

۷۔ حرم میں عورتوں اور مردوں کا اکٹھے ہونا ۹۱

حواشی ۹۳

تمہید

یہ دنیا جس میں ہم زندگی بسر کررہے ہیں ایک ایسے گلوبل ولیج کی صورت اختیار کر چکی ہے جہاں سب صحیح طریقے سے ایک دوسرے کے عقائد اور آراء سے واقف ہو سکتے ہیں دراصل خدائے متعال کی یہ نعمت مسلمانوں کے اندر ہمدلی اور ہمفکری کا باعث بنی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض افراد بجائے اس کے کہ مشترک امور پر زور دیں اختلافات پر زور دیتے ہیں اور ہمیشہ اپنے دینی بھائیوں کے عقائد کو نادرست پیش کرتے ہیں جو مسلمانوں کے اتحاد اور تعاون کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

بعض اوقات یہ خود غرضی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ (قبور کی تعمیر) جیسے ایک فقہی مسئلے کو ایک عقیدتی مسئلے کی حیثیت دے کر اسے مایۂ تکفیر قرار دے دیا جاتا ہے۔

انہیں اواخر میں ڈاکٹر عبدالہادی الحسینی کے قلم سے لکھی گئی ایک کتاب "المزار عندالآئمۃ الاطہار" بحرین میں چھپی اور سعودی عرب میں شایع کی گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ "زین العابدین ابراہیمی" نامی شخص نے "زیارت از دیدگاہ آئمہ" کے نام سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے جو دارالقائم (موہوم) میں چھاپی اور مکہ ومدینہ میں شایع کی گئی ہے۔

ان لوگوں نے ایک فقہی مسئلے کو اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے کہ گویا انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت کرنے والے افراد موحدوں کی صف سے خارج ہو چکے ہیں اور ان کا شمار مشرکوں میں ہونے لگا ہے۔

ہم نے بارہا ایسے افراد کی منطق پر تحقیق کرنے کے بعد ان کا جواب دیا ہے لیکن اس کتاب کے مصنف اور مترجم پر حجت تمام کرنے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہابی منطق کمزور ہے اور بے اساس جبکہ محبین خاندان رسالت کے عقاید اور ان کی منطق قوی اور مدلل ہے ہم دوبارہ ان دونوں کتابوں کا تجزیہ پیش کرتے ہیں اور درج ذیل چند فصول میں ان کا جواب دیتے ہیں:

زیارت کے فوائد قرآن سنت کی روشنی میں

قبور کی تعمیر کے ذریعے انبیاء اور اولیاء کے آثار کی حفاظت

پیغمبر اکرم ﷺ اور اولیائے الٰہی کے مزار کیساتھ مساجد کی تعمیر اور ان مساجد میں نماز پڑھنے کا حکم۔

اپنے عزیزوں کے غم میں سوگواری کرنا۔

مزار پر گناہ کا ارتکاب

اب ہم ان موضوعات پر بحث کے ذریعے کتاب " المزار " کے ایک بڑے حصے کا تجزیہ اور اسکی تحلیل پیش کریں گے۔

اس کتاب کے آخر میں مصنف نے "ارواح مقدسہ سے توسل " کے بارے میں بحث کی ہے جس کے بارے میں تشریحات خود ایک الگ کتاب کی متقاضی

ہیں جس کے بارے میں ہم نے دو الگ کتابوں میں وضاحت کے ساتھ باتیں پیش کی ہیں۔ (۱)

اس امید کے ساتھ اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں کہ خدا دنیا کے تمام مسلمانوں کو اسلامی آثار، بزرگان و صالح آباؤاجداد کی یادگاروں اور ہر اس چیز کی حفاظت کرنے میں کامیاب فرمائے جو اسلامی اقدار کے تحفظ میں مددگار ثابت ہوتی ہیں ۔

قم۔ امام جعفر صادقؑ فاؤنڈیشن
جعفر سبحانی
۲۲ شعبان ۱۴۲۹ ہجری
بمطابق ۳ شہریور ۱۳۸۷ شمسی

باب اول

زیارت کے فوائد قرآن و سنت کی روشنی میں

زیارت کے لغوی معنی " **قصد و ارادہ** " کے ہیں اور اس کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی شخص کسی دوسرے شخص یا جگہ کیلئے احترام بجالانے کے قصد سے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا ہے۔ (۲)

بعض اوقات "زیارت" ایسے جملے اور عبارت کو کہا جاتا ہے کہ جن کے ذریعے انسان کسی فرد کیساتھ گفتگو کرتا ہے البتہ یہ ایک اصطلاحی معنی ہے۔

فطرت اور آئین اسلامی

اسلامی آئین ایک فطری آئین ہے جس کے تمام اصول انسانی خلقت کیساتھ ہماھنگی اور مطابقت رکھتے ہیں یہ آئین ہر قسم کے خلاف فطرت قانون سے پاک و

مبرّا ہے قرآن مجید صراحتاً اس اصول کو بیان کرتا ہے: "فَاَقِم وَجهَکَ لِلدِّینِ حَنِیفاً فِطرَتَ اللهِ الَّتی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیهَا لاَ تَبدیلَ لِخَلقَ اللهِ ذَلِکَ الدِّینُ القَیِّمُ وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ۔" (۳)

ترجمہ: "پس (اے نبی) یکسو ہو کر اپنا رخ دین (خدا) کی طرف مرکوز رکھو اللہ کی اس فطرت کی طرف جس پر اس نے سب انسانوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی محکم دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ عدالت پسند اور ظلم وستم سے بیزار ہے ایک معاشرتی زندگی کو پسند کرتا ہے اور ہمیشہ تنہائی سے گریز کرتا ہے اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

اب ہم اسلام کی روشنی میں محبوب افراد سے ان کی آرامگاہوں پر ملاقات کے مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

مرحومین سے محبت ایک فطری امر ہے

ہر ذی شعور شخص اپنے والدین، اپنی اولاد، اپنے رشتہ داروں یا دوستوں سے پیار کرتا ہے اور بعض اوقات ان کیلئے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اسے یاد رکھتا ہے اپنے دل میں ان کی محبت کو پالتا رہتا ہے اور ان کی یادگاروں کی حفاظت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو دفن کرنے کے بعد چاہتا ہے کہ اپنی محبت کا اظہار کرے تاکہ کہیں ان کے ساتھ اس کا رابطہ ٹوٹ نہ جائے اسی احساس کے نتیجے میں وہ ان کی قبور کی حفاظت کرتا ہے لہٰذا لوگوں کو ان

کے عزیزوں کی قبور پر جانے سے روکنا ایک غیر فطری کام ہے جو انسانی خلقت کے تقاضوں کے منافی ہے یہی وجہ ہے کہ شارع مقدس نے قبور کی زیارت کا حکم دیا ہے اور زیارت کے آثار کو بیان کیا ہے۔

قبور کی زیارت کے تربیتی اثرات

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی خلقت میں حرص اور طمع شامل ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسکی زندگی میں کچھ ایسے عوامل کارفرما ہیں جو اس کی ان خواہشات کو اعتدال میں رکھتے ہیں اور اس بات کا باعث بنتے ہیں کہ زندگی گزارنے اور مال ومنال کے حصول کیلیئے اس کی کوشش اور جدوجہد فقط انہی چیزوں کیلیئے مختص نہ ہو بلکہ اس کی یہ خواہشات اس کی سعادت کا سبب بنیں ان انسانی خواہشات (حرص و طمع) کو اعتدال پر رکھنے والے عوامل میں سے ایک عامل اسی "شہر خموشاں" کی زیارت ہے جہاں وہ افراد کہ جو دنیا میں ثروتمند، صاحب قدرت اور منصب دار تھے اب ایک ہی ہم رنگ لباس کے ساتھ ایک ہی صورت میں سو رہے ہیں اور کفن کے علاوہ دنیا کی کوئی چیز ان کی ہمراہی نہیں کر سکی ایسے افراد کا دیدار اس بات کا سبب بنتا ہے کہ انسان اپنی لالچ پر قابو پائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بھی اس نکتہ کو بیان کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَن زِيَارَاتِ القُبُورِ أَلا فَزُورُوهَا فَإنَّهَا تَرِقُّ الْقَلْبَ وَ تَدْمَعُ العَينَ و تُذَكِّرُ الآخِرَةِ۔" (۴)

میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا تھا کیونکہ (افراد) مشرکوں کی قبور پر جایا کرتے تھے جو کہ ممنوع ہے

اب (جبکہ مسلمانوں اور شہداء کی قبور تمہارے سامنے ہیں) زیارت کو جاؤ کیونکہ یہ کام دلوں کو نرم اور آنکھوں کو اشکبار کرتا ہے اور آخرت کو یاد دلاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

"زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةِ۔" (۵)

ترجمہ: "قبور کی زیارت کرو کیونکہ یہ کام آخرت کی یاد دلاتا ہے۔"

علماء کی قبور کی زیارت

جو کچھ بھی بیان ہوا ہے وہ عام افراد کی قبور سے متعلق تھا جس کا کم ترین فائدہ آخرت اور موت کی یاد آوری ہے لیکن علماء کی قبور کی زیارت کچھ اور اثرات بھی رکھتی ہے کیونکہ یہ کام ان اشخاص کے احترام اور ان کی قدر قیمت کے اظہار کے علاوہ ایک طرح سے علم و دانش کی ترویج کا سبب بھی بنتا ہے جس کے باعث جوان نسل زندگی میں علماء کی قدر و منزلت اور موت کے بعد ان کے احترام کی خاطر علم کی طرف رجحان بڑھاتی ہے تاکہ ایک روز وہ بھی ان لوگوں کی صف میں شامل ہو سکیں۔

شہداء کی قبور کی زیارت

شہداء کی قبور کی زیارت جنہوں نے اپنے لہو سے قوم کی عزت اور شرف کا دفاع کیا عام افراد کی قبور کی نسبت ایک خاص مقام کی حامل ہیں ان کی قبور پر

حاضر ہونے کا مطلب دراصل ان کے ساتھ یہ عہد کرنا ہے کہ ہم آپ کی راہ کو آگے بڑھائیں گے اس مطلب کی وضاحت کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

خانہ کعبہ کا زائر طواف کے دوران "حجر اسود" پر ہاتھ پھیرتا ہے اس سیاہ پتھر پر ہاتھ لگانے کا مقصد کیا ہے اس کا مقصد دراصل حضرت ابراہیمؑ سے ان کی راہ کو جاری رکھنے اور ان کے اہداف کے تحقق کیلئے سعی و کوشش کرنا ہے جب زائر کا ہاتھ توحید کے اس سورما تک نہیں پہنچ سکتا تو وہ اس چیز کو ہاتھ لگاتا ہے جو اس کی نشانی ہے۔

اسلامی احادیث میں یہ حکم آیا ہے کہ زائر کو "حجر اسود" پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے۔

"أَمَانَتِی أَدَّیْتُهَا وَ مِیثَاقِی تَعَاهَدْتُهُ لِتُشْهِدَ لِی بِالمُوَافَاةِ۔"

"جو امانت میری گردن پر تھی وہ میں نے ادا کی اور تجدید بیعت کو انجام دیا تاکہ تو اس کی ادائیگی کی گواہی دے۔"

یہاں واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے شہداء احد، کربلا اور دیگر شہداء کی زیارت کے لئے اتنی عجلت کا حکم کیوں دیا ہے اس لئے کہ ان کی قبور پر حاضر ہونا اور ان پر ہاتھ رکھنا دراصل اس زائر کا ان کی روح اور ان کے ھدف کے ساتھ ان کی راہ کو جاری رکھنے کا عہد کرنا ہے لہٰذا شہداء کی زیارت کا مقصد ان کے احترام کے علاوہ ان کے عظیم مقاصد سے وفاداری کا عہد بھی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں حاضری

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں حاضر ہونا انکی زحمات اور فداکاریوں کی قدردانی کرنے کے علاوہ ان کے عظیم مقاصد پر ثابت قدم رہنا اور ان سے تجدید بیعت کرنا ہے۔

حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"إنَّ لِكُلِّ إمَامٍ عَهداً فِي عُنُقِ أوْلِيَائِهِ وَ شِيعَتِهِ وَ إنَّ مِن تَمَامِ الوَفَاءِ بِالعَهدِ زِيَارَةِ قُبُورِهِمْ۔" (٦)

"ہر امام اپنے احباء اور شیعوں کی گردنوں پر پیمان رکھتا ہے اور اس پیمان میں سے کچھ حصے کی ادائیگی ان (امام) کی قبور کی زیارت ہے۔"

گویا زائر اس زیارت کے سبب اپنے پیشوا کے ساتھ یہ عہد کرتا ہے کہ اس کے راستے کے علاوہ کسی دوسرے کے راستے کو اختیار نہ کرے۔ مرقد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زائر اپنے رہبر کے ساتھ کچھ ایسی ہی گفتگو کرتا ہے:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر انصار نے "عقبہ دوم" میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر حریم رسالت سے دفاع کے لئے بیعت کی اور اگر مہاجر اور انصار میں سے ایک گروہ نے "حدیبیہ" میں ایک درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس دین خدا سے دفاع کرنے کیلئے بیعت کی تو میں بھی اے شفیعِ امت! آپکے حرم میں حاضری اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت پاک کو چھونے کے ذریعے بیعت کرتا ہوں کہ آپ کے مقاصد کی پاسداری کروں اور شرک اور گناہ سے اجتناب کروں اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگاہ الہیٰ میں میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

اگر دنیا کے سیّاح خوبصورت مناظر اور آثار قدیمہ کو دیکھنے کے لئے سفر کی زحمتوں کو برداشت کر سکتے ہیں تو میں بھی بیابانوں میں سفر اور کیکروں کے کانٹوں کی صعوبتوں کے باوجود آپکی مرقد کی زیارت کا خواہاں ہوں میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تو نہیں پہنچ سکتا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت کو سونگھتا اور اس کا بوسہ لیتا ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلبِ مغفرت کرنا

قرآن مجید میں گناہکاروں کو یہ حکم ملا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے مغفرت کی درخواست کریں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے حق میں دعا فرمائیں تو اس صورت میں ان کے گناہ بخشے جائیں گے۔

"وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أنفُسَهُمْ جَاؤُوکَ فَاستَغفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغفَرَ لَهُمُ الرَّسُولَ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّاباً رَحِيماً۔" (۷)

"اور جب یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اگر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پاتے"

اگرچہ یہ آیت علی الظاہر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوران حیات سے متعلق ہے لیکن اس بات پر توجہ رکھتے ہوئے کہ شہداء کا پیغمبر جو خود شہداء سے بطور اولیٰ

زندہ ہے اپنے زائرین کی حاجات کو سنتے ہیں اور درود سلام بھیجنے والوں کا جواب دیتے ہیں وہی پیغمبر اپنے زائرین کیلیئے طلب بخشش بھی کر سکتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ اب بھی یہ آیت مرقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جواب قدر نا شناس لوگوں کے اختیار میں آچکا ہے) کے اوپر لکھی ہوئی ہے۔

قبور کی زیارت اور سنتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نہ صرف یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان سے اپنے اصحاب کو قبور کی زیارت کا حکم دیتے تھے بلکہ خود بھی عملًا یہ کام انجام دیا کرتے تھے مسلم اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں: "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ عایشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصے میں قبرستان بقیع کے ارادے سے گھر سے نکل جایا کرتے تھے جب وہاں پہنچتے تو وہاں کے مدفونین سے یوں مخاطب ہوتے تھے۔

"ألسَّلَامُ عَلَيكُم دَارَ قَومٍ مُؤمِنِينَ وَ أَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَداً مُؤَجَّلُونَ وَ إنَّا إنْشَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ أَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهلِ البَقِيعِ الغَرْقَدِ۔" (۸)

"درود ہو تم پر اے با ایمان افراد کے گھر وہ چیز تمہیں مل گئی جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا (تم لوگ موت اور قیامت کے درمیان زندگی بسر کر رہے ہو) ہم بھی تمہارے ساتھ ملحق ہونے والے ہیں خدایا بقیع غرقد والوں کو بخشش دے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف خود ہی زیارت کے لئے تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ اپنی زوجہ کو بھی اس طرح زیارت کرنے کی تعلیم دیتے تھے

"ألسَّلَامُ عَلَيكُم أهلَ الدِّيَارِ مِنَ المُؤمِنِينَ وَ المُسلِمِينَ وَ يَرحَمُ اللهُ المُسْتَقدِمِينَ مِنَّا وَ المُستَأخِرِينَ وَ إنَّا إن شَاءَ اللهُ بِكُم لَاحِقُونَ۔" (۹)

"درود سلام ہو اس زمین کے مومن اور مسلمان باسیوں پر ! خدا سب مومنوں کو مشمول رحمت قرار دے چاہے وہ جو پہلے گذر چکے ہیں اور چاہے وہ جو آیندہ وفات پائیں گے۔ ہم بھی انشا اللہ آپ سے ملنے والے ہیں۔"

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور ان کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام قبور کی زیارت کیلئے جایا کرتی تھیں اور کوئی ایسا نہ تھا جو ان کے اس کام پر اعتراض کرے لیکن اب بقیع کی زیارت کے دروازے عورتوں پر بند ہو گئے ہیں۔ یہ کام اصحاب کی سنت اور بعض ممالک کے دینی نظاموں کے درمیان ایک طرح کے تناقض کی نشانی ہے۔ کیا خدا کا حکم چودھویں صدی میں تبدیل ہو گیا ہے؟ عورتیں ان قبور کی زیارت اور وہ بھی شھداء اور اولیاء کی قبور کی زیارت کے فوائد سے کیونکر محروم رہیں؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد مبارک کی زیارت احادیث کی روشنی میں

تقی الدین سبکی شافعی (۷۵۶م) ایک ماہر فقیہ ہیں جنھوں نے رسول اکرمؐ کے مرقد کی زیارت کے "عدم استحباب" کے بارے میں ابن تیمیہ کے عقاید پر تنقید کرتے ہوئے "شِفَاءُ السِّقَامِ فِي زِيَارَةِ خَيْرِ الْأَنَامِ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے انہوں نے اپنی اس کتاب میں وہ احادیث اکٹھی کی ہیں جو محدثین نے زیارتِ قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نقل کی ہیں یہ احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔

سعودی عرب کے سابقہ فقھیہ عبدالعزیز بن باز بھی ایسے افراد کے زمرے میں آتے ہیں جنہوں نے زیارتِ قبر رسول خدا ﷺ کے استحباب کے حق میں فتوادیا ہے۔ (۱۰)

ہم یہاں چند روایات کو نقل کرتے ہیں:

عبداللہ ابن عمر نے رسول خدا ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَہُ شَفَاعَتي۔"

"جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری **(طرف سے)** شفاعت واجب ہو گئی۔" (۱۱)

حضرت امام باقر علیہ السلام رسول گرامی اسلام ﷺ سے نقل کرتے ہیں: "مَنْ زَارَني حَيّاً وَمَيِّتاً كُنْتَ لَہُ شَفِيعاً يومَ القِيَامَۃِ۔" (۱۲) جو بھی میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"أَتِمُّوا بِرَسُولِ اللہِ حَجَّكُم إذَا خَرَجتُمْ إلي بَيْتِ اللہِ فَإنَّ تَرْكَہُ جَفَاءٌ وَ بِذٰالِكَ أُمِرْتُم وَ أتِمُّوا بِالقُبُورِ الَّتي أَلْزَمَكُمُ اللہُ زِيَارَتَهَا وَ حَقَّهَا۔" (۱۳)

جب تم نے حج کا ارادہ کرلیا تو اپنے حج کو زیارت مرقد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انجام کو پہنچاؤ کیونکہ ان کی زیارت کو ترک کرنا ان حضرت کے حق میں جفا کرنا ہے یہ وہ کام ہے جس کا تمہیں امر کیا گیا ہے۔ اور جن قبور کی زیارت لازمی قرار دی گئی ہے ان کی زیارت کو بھی جاؤ۔

اسی بنیاد پر دنیا کے سب مسلمان حج کے دنوں میں اپنے سفر کو اسطرح سے منظّم کرتے ہیں کہ جاتے ہوئے یا حج سے واپسی پر قبر رسول خدا ﷺ کی زیارت کر سکیں حتی اگر اس کام کیلئے انہیں مشکل راستہ بھی اپنانا پڑے۔

حدیث "لا تشدّ الرحال۔۔۔۔۔۔۔۔" کی تفسیر

ممکن ہے یہاں ایک سوال ذہن میں پیدا ہو کہ ان روایات میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کو تو مستحب قرار دیا گیا ہے لیکن اس زیارت کیلئے سفر کرنے کے بارے میں کچھ بھی بیان نہیں ہوا بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ ابو ہریرہ کے مطابق ان کی زیارت کیلئے سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ رسول خدا ﷺ سے نقل کرتا ہے۔

"لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إلاَّ ثَلَاثَۃَ مَسَاجِدَ: مسجدي ھذٰا وَ مسجدَ الحَرَامِ وَ مسجدَ الأقصیٰ۔" (۱۴)

" تین مساجد کے علاوہ سفر نہیں کرنا چاہئے یہ میری مسجد (النبی)، مسجد الحرام اور مسجد الاقصیٰ۔"

لیکن اس سوال کا جواب بہت واضح ہے رسول اکرم کی حدیث "شدّ رحال" کو موضوع مساجد کا سفر ہے نہ اس کے علاوہ کوئی اور سفر مثلاً قبور کی زیارت والدین کی زیارت یا حصل علم یا تجارت کیلئے سفر کرنا وغیرہ۔ اس بات کی وجہ کہ صرف ان تین مساجد کیلئے " شدّ رحال " کا حکم آیا ہے یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ باقی سب مساجد کا ثواب برابر ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی شخص تہران میں رہتا ہے تو اس کو زیادہ ثواب حاصل کرنے کیلئے کسی دوسرے شہر کی جامع مسجد میں جانا

بے فائدہ ہے کیونکہ شہر تہران کی جامع مسجد کا ثواب شہر سمنان کی جامع مسجد کے برابر ہے اس حدیث کا قبور کی زیارت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

مساجد سبعہ کی زیارت

مدینہ منورہ کے زائرین "**مساجد سبعہ** " کی زیارت کیلئے جایا کرتے ہیں اگر مسجد ردّ الشّمس، مسجد بلال اور مسجد رجائیہ کو بھی ان میں شامل کیا جائے تو کل مساجد کی تعداد دس ہو جائے گی۔ اگر خانہ کعبہ کے زائر ان مساجد کی زیارت کیلئے جاتے ہیں تو ان کا یہ کام اس مقصد کیلئے نہیں ہوتا کہ وہاں نماز ادا کرنے سے زیادہ ثواب حاصل کریں بلکہ ان کی زیارت کا مقصد دراصل صدر اسلام کے مسلمانوں کی یاد تازہ کرنا ہے کہ انہوں نے سخت ترین شرائط (جنگ خندق) میں ان میں سے بعض مساجد کو تعمیر کیا اور ان میں نماز ادا کی ان مراکز میں حاضر ہونا دراصل ان یادوں کو تازہ کرنا اور اس راہ میں شہید ہونے والوں کے ساتھ عہد و پیمان باندھنا ہے اس کام کا ایک اور مقصد بھی ہے اور وہ ان مساجد سے تبرک حاصل کرنا ہے کہ جن کی مٹی میں راہ توحید کے شھداء کا خون شامل ہے جب زائرین مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو وہ دخول مسجد کے مستحب اعمال بجا لاتے ہیں نہ یہ کہ نماز پڑھنے کے لئے ان مساجد میں جاتے ہیں۔

آخر میں قرآن پاک کی آیت ذکر کرتے ہیں جو واضح طور پر مومنین کی قبور کی زیارت کا حکم دیتی ہے وہ آیت یہ ہے:

"وَلَا تُصَلِّ عَلىٰ أَحَدٍ مِنهُمْ مٰاتَ أَبَداً وَ لا تَقُمْ عَلىٰ قَبرِهِ۔" (١۵)

اس آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکوں کے بارے میں دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔

" وَلَا تُصَلِّ عَلىٰ أحَدٍ مِنهُمْ مٰاتَ أبَداً۔": یعنی ان کے کسی بھی مردے پر نماز مت پڑھیئے۔

" وَ لٰا تَقُمْ عَلىٰ قَبرِہٖ۔": ان کی قبروں کے نزدیک دعا کیلئے توقف مت کیجئے۔

اس آیت کا دوسرا حصہ ہمارے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ آیا قبر کے نزدیک **"توقف"** فقط دفن کے وقت توقف کرنا ہے یا یہ کہ اس کا مطلب ایک وسیع مفہوم کا حامل ہے؟

مفسّر دوسرے معنی (وسیع مفہوم کا حامل ہونا) کی تائید کرتے ہیں جن کا ہم مختصراً ذکر کریں گے۔

بیضاوی کہتے ہیں:

"لٰاتَقِفْ عِندَ قَبرِہٖ للدَّفنِ أوِ الزِّیَارَۃِ۔" (۱۶) منافقوں کی قبروں پر خواہ دفن اور خواہ ان کی زیارت کیلئے، توقف نہ کیجئے۔

جلال الدین سیوطی (تفسیر جلالین، سورۃ توبہ، آیۃ ۸۴)، عارف بورسی (روح البیان، ج ۳، ص ۸۷ ۳) اور آلوسی بغدادی (روح المعانی، ج ۱۰، ص ۱۵۵) نے بھی یہی نظریہ بیان کیا ہے اس صورت میں اس کے معانی کچھ یوں ہیں:

"منافقوں میں سے کسی کی قبر پر بھی، کسی بھی وقت میں توقف مت کیجئے"

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مومنوں کی قبور پر ٹھہرنا (توقف) جائز بلکہ بہتر ہے چاہے یہ توقف دفن کیلئے ہو یا کسی اور کام کیلئے۔ لہٰذا ہر باایمان مسلمان اس فیض سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر پر ٹھہریں اور اس کیلئے دعا کریں، بہرہ مند ہو سکتا ہے سوائے منافقوں کے کہ جو اس فائدے سے محروم ہیں۔

قبور کی زیارت کے ذریعے صالحین کے آثار کی حفاظت

قبور کی زیارت خاص طور پر علماء، شہداء، اولیائے الٰہی اور پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے فوائد ان قبور کی حفاظت کے گرو ہیں۔ زیارت قبور کی ترمیم اور ان کی حفاظت کا باعث بنتی ہے اور اگر امتِ اسلامی ان متبرکہ مراقد سے اپنا رابطہ توڑ لے تو فطری طور پر زمانے کے ساتھ ساتھ یہ مراکز فراموشی کے سپرد کر دیے جائیں گے اور ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا جس کے نتیجے میں امتِ اسلامی کو دو بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ان مراکز کی زیارت کے فوائد ہاتھ سے کھو جائیں گے۔

صدر اسلام کے مسائل اور اولیائے دین کی تاریخ آہستہ آہستہ فراموشی کے سپرد ہو جائے گی اور آئندہ نسل اصل واقعہ کو شک وتردید کی نگاہ سے دیکھنے لگے گی کیونکہ قبور کی زیارت ہی وہ چیز ہے جو یادوں کو زندہ رکھنے کا باعث ہے اور یہ چیز ان اعمال (زیارت قبور) کی تحریم کی صورت میں زمانے کے ساتھ ساتھ بھلا دی جائے گی۔ تحریریں کبھی بھی مشاہدات کی جگہ نہیں لے سکتیں اس طرح آہستہ آہستہ اسلام سے مربوط مسائل بھی اس تاریخ سے دوچار ہو جائیں گے شک وتردید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئین، خود ان کی ذات مبارکہ اور ان کے لائحہ عمل میں سرایت کرکے انہیں وقت کے ساتھ ساتھ کم رنگ کر دے گی جیسا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کے حواری اور ان کی کتاب کا کوئی محسوس اثر باقی نہیں رہا اور موجودہ نسل جو صرف محسوسات سے کام رکھتی ہے، مسیحؑ کے اصلی وجود اور ان کے آئین میں شک وتردید کا شکار ہو چکی ہے اور کیا معلوم یہ احتمال ان کے ذہن میں موجود ہو کہ یہ آئین دراصل مورخین اور داستان سراؤں کا ساختہ وپرداختہ ہے جیسا کہ لیلیٰ ومجنوں اور شیرین وفرہاد وغیرہ کی داستانیں بھی انہیں حالات سے دوچار ہوئی ہیں۔

یہی وہ مقاصد ہیں جن کے لئے قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ وہ جگہیں جہاں صبح وشام خدا کی تسبیح کی جاتی ہے مورد احترام وقدردانی قرار پائی جائیں۔

"فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فيهَا اسمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فيهَا بِالغُدُوِّ وَ الآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهيهِم تِجَارَةٌ وَ لَا بَيعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَ إقَامِ الصَلاةِ و إيتَاءِ الزَّكوٰةِ يَخَافُونَ يَوماً تَتَقَلَّبُ فيهِ القُلُوبُ و الأبْصَارُ۔" (۱۷)

(ہدایت پانے والے) ایسے گھروں میں ہیں جن کی تعظیم کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لینے کا بھی وہ ان گھروں میں صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت ذکر خدا اور قیامِ نماز اور ادائیگی زکوۃ سے غافل نہیں کرتیں وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس میں قلب ونظر منقلب ہو جائیں گے۔"

لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ **"بیوت"** سے مراد مساجد نہیں ہیں کیونکہ مساجد بیوت میں شامل نہیں ہوتیں بلکہ ان سے الگ ایک اور چیز ہیں۔ قرآن میں بھی بیت اللہ الحرام کے، مسجد الحرام کے علاوہ کوئی اور معنی ذکر ہوئے ہیں "بیت" اپنے لئے ایک چھت کا محتاج ہے تاکہ اپنے اندر رہنے والوں کو سردی اور گرمی

سے محفوظ رکھے لیکن مسجد کیلئے چھت ضروری نہیں ہے بلکہ بعض جگہوں پر چھت کا نہ ہونا مستحب ہے۔

اس صورت میں اولیائے الٰہی کے گھر مثلاً حضرت علی علیہ السلام کا گھر جو شب وروز آپ کا اور آپ کے بچوں کی عبادت گاہ تھی؛ قابل احترام واقع ہونا چاہئے اور اس کی حفاظت ہونی چاہئے اتفاقاً وہ حرم عسکریین جو کینے کی بنیاد پر شہید کردیا گیا آئمہ اطہار کی عبادت گاہ تھی جہاں وہ ہمیشہ نماز ادا کیا کرتے تھے اور تسبیح بجالاتے تھے۔

سیوطی کہتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اکرم ﷺ نے مسجد میں اس کی تلاوت فرمائی تو حاضرین میں سے ایک شخص سوال کرنے کے لئے کھڑا ہوا اس نے پوچھا: ان بیوت سے کون سے گھر مراد ہیں؟ رسول خدا ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا "پیغمبروں کے گھر" حضرت ابوبکر نے امام علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ الزہرا علیہا السلام کے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: کیا یہ گھر بھی انہیں گھروں میں شامل ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: "یہ ان گھروں میں سے بہترین گھر ہے۔" (۱۸)

اس امید کے ساتھ اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں کہ خدا دنیا کے تمام مسلمانوں کو اسلامی آثار، بزرگان وصالح آباؤ اجداد کی یادگاروں اور ہر اس چیز کی حفاظت کرنے میں کامیاب فرمائے جو اسلامی اقدار کے تحفظ میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

دوسرا باب

قبور اولیائے الٰہی کے قبروں کی حفاظت

ہم اولیاء، خاص طور پر پیغمبروںؑ اور آئمہؑ کی قبور کی زیارت کے مفید اثرات سے آشنا ہو چکے ہیں اگرچہ زیارت کے موضوع پر سب باتیں بیان نہ ہو سکیں کیونکہ ہمارا مقصد مختصر بیان کرنا تھا۔

فی الحال جس موضوع پر بحث کرنا چاہتے ہیں وہ اولیائے خدا کی قبور کی حفاظت، ان کی ترمیم اور ان کی تعمیر ہے اس موضوع کے بیان کیلئے ضروری ہے کہ ہم کتاب خدا، سنتِ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومینؑ کی احادیث کو بیان کریں تاکہ اس دینی مسئلہ کا حکم واضح ہو جائے۔

جیسا کہ ہم نے "**مقدمہ**" میں بیان کیا کہ انہیں اواخر میں "**فقہ المزار**" نامی کتاب جسے "**ڈاکٹر عبدالہادی الحسینی**" نے لکھا اور "**زین العابدین ابراہیمی**" نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور یہ کتاب سعودی عرب میں شایع ہوئی ہے اس کتاب میں مؤلف نے شیعت کی عینک کے ساتھ اس موضوع کا جائزہ لیا ہے اس نے قبورِ اولیائے الہیٰ کی حفاظت، انکی ترمیم اور تعمیر کو آئمہ طاہرینؑ کی روایات

سے ناجائز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کے ذریعے اھل تشیع پر یہ بات ثابت کرے کہ ان کے آئمہ معصومینؑ وھابی عقاید رکھتے تھے۔ اس نے اپنے اس کتابچے میں اس موضوع کے علاوہ دوسرے موضوعات جیسے توسل اور شفاعت کی درخواست وغیرہ بھی بیان کیے ہیں۔

ہماری آنے والی تحقیقات یہ بات ثابت کر دیں گی کہ مؤلف نہ صرف یہ کہ "فقیہ" نہیں ہے بلکہ شیعہ بھی نہیں ہے اس نے اپنے آپ کو ایک شیعہ فقیہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے یہ کوشش کی ہے کہ شیعوں کے درمیان اپنا مقام بنا سکے اور ایک حرام وسیلہ کے سبب اپنے مقصد تک رسائی حاصل کر سکے اس نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے "ماکیاؤلی ازم" کے ایک اصول **"ہدف کے اصول کے لئے ہر وسیلہ جائز ہے"** کو استعمال کیا ہے۔

یہ مؤلف وہابی مکتب کو آگے بڑھانے والے ان دو افراد کا شاگرد محض ہے۔

احمد ابن عبدالحمید ابن تیمیہ حرّانی (۷۲۷ ـــ ۶۶۲)

محمد ابن عبدالوھاب نجدی (۱۲۰۶ ـــ ۱۱۱۵)

جس دن سے وہابی سوچ محمد ابن عبدالوھاب کے ذریعے اور سعودی عرب کی مالی اور حکومتی قدرت کے بل بوتے پر پھیلائی جانے لگی تو اسی دن سے اس مکتب کی تنقید پر سینکڑوں سے زیادہ تعداد میں کتابیں لکھی گئیں ان تنقیدوں کا بڑا حصہ مصر، شام، لبنان اور عراق کے دانشمندوں کے توانا قلم کا مرہون منّت ہے۔

ثقافتی اور علمی طبقوں پر ان کتابوں نے اپنا گہرا اثر ڈالا لیکن وہ چیز جس نے وھابی سوچ کو ابھی تک سعودی عرب اور جس جیسے دوسرے ممالک میں زندہ رکھا ہوا ہے وہ اس حکومت کی مالی اور بادشاہی قدرت ہے جو تیل کی درآمد کے ذریعے اس مکتب اور اپنی سلطنت کو محفوظ رکھے ہوئے ہے۔

اے دوست! اس خون جگر ہجر کی داستان کو رہنے دے، کسی اور وقت کے لئے چھوڑ دے!

دو تہمتوں: "بدعت اور شرک" کا تجزیہ

"**فقہ المزار**" کے مؤلف نے اس مسئلہ کو "**بدعت**" کی نگاہ سے اُس قدر بیان نہیں کیا جتنا اُس کے ہم فکر افراد نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور قبور کی حفاظت اور ان کی تعمیر کو ایک قسم کی بدعت اور دین میں (اپنی طرف سے) اضافے کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کام شریعت میں موجود نہیں ہے بلکہ شریعت کے اندر بدعت کا ایک واضح مصداق ہے۔

آگے چل کر آپ واضح طور پر یہ دیکھیں گے کہ قرآن مجید اور آئمہ اطہار کی احادیث اس مسئلہ کی مشروعیت بلکہ اس کے استحباب پر واضح دلالت کرتے ہیں۔ ان مضبوط اور واضح دلائل کی بنیاد پر یہ کام ایک "مشروع عمل" کا واضح مصداق ہے نہ "بدعت" کا۔ بدعت وہ عمل ہے جس کے مشروع ہونے پر کوئی "خاص" یا "عام" دلیل پیش نہیں کی جاتی جبکہ خوش قسمتی سے اس موضوع (قبور کی۔۔۔) پر ہم دونوں قسم کے دلائل سے بہرہ مند ہیں جو آپ لوگوں کے لئے بیان کیے جائیں گے۔

صاحب قبر کی پرستش اور شرک

بعض جگہوں پر ہٹ دھرم وہابی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے قبور کی تعمیر کو صاحبِ قبر کی عبادت اور اس کی پرستش کرنا سمجھتے ہیں وھابیوں کا یہ گروہ اس سے پہلے کہ "عبادت میں شرک" کے معانی کو واضح طور پر بیان کرے ہر وہ قدم جو بزرگوں کے احترام اور انکی قدر دانی کے عنوان سے اٹھایا جاتا ہے اس کو **"پرستش اور عبادت"** کا عنوان قررادے دیتا ہے جبکہ "عبادت" کے معنی یہ ہیں کہ انسان کسی ایسے موجود کے سامنے خضوع اور انکساری سے جھکے جو اس کے عقیدے میں پروردگارِ عالم ہو یو مخلوق میں سے وہ چیز ہو کہ ایک طرح سے جس کے ہاتھ میں اس کی تقدیر ہو۔

لہٰذا صدقِ عبادت کیلئے دو شرطیں ضروری ہیں ایک شرط اس کے عمل اور دوسری اس کی سوچ اور عقیدے سے متعلق ہے۔

الف: یعنی خضوع اور سر خم کرنا جس شکل میں بھی ظاہر ہو پرستش ہی کا ایک پایہ ہے جو رکوع، سجود، اور یا دعا و قنوت کے ذریعے انجام پاتا ہے۔

ب: یعنی اس بات پر عقیدہ رکھنا کہ وہ جس شخص کے سامنے خضوع کر رہا ہے وہ خدا ہے جیسا کہ موحدین اسی عقیدے کے تحت خدا کی پرستش کرتے ہیں یا یہ کہ وہ خدا نہیں ہے (بلکہ کوئی اور شخص ہے) لیکن دنیا و آخرت میں انسان کی تقدیر اسی کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ مشرک جھوٹے خداؤں کے سامنے اسی قسم کی پرستش کرتے ہیں عصر جاہلیت کے عرب ان جھوٹے خداؤں کو اپنا پروردگار یا اس جہان کی تدبیر کرنے والا نہیں سمجھتے تھے لیکن اس بات پر اعتقاد رکھتے تھے کہ

ان کی تقدیر کا کچھ حصّہ مثلاً معاف شدہ افراد (۱۹)، یا دنیا میں عزت و تکریم (۲۰)، جنگ میں فتح (۲۱) اور حتیٰ بارش کا نزول (۲۲) وغیرہ ان (جھوٹے خداؤں) کے ہاتھ میں ہے اور اپنے انہیں عقاید کی بنیاد پر وہ ان کے سامنے خضوع سے پیش آتے تھے۔

اس تشریح کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب یہ خضوع اور سر خم کرنا اس دوسری شرط سے مبرّا ہوں تو پرستش کے معانی نہیں دیتے لہٰذا قرآن مجید ملائکہ کا آدمؑ کے لئے خضوع اور اس کے سامنے سر خم کرنا (۲۳) اور حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا حضرت یوسفؑ (۲۴) کے آگے سجدہ کرنے کی مثالیں بیان کرتا ہے اور ابلیس کو اس کام سے سر پیچی کرنے کی وجہ سے قابل مذمت قرار دیتا ہے یہ مثالیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ہر طرح کی تمجید اور خضوع چاہے جس حد تک زیادہ ہو اگر انسان کے ذہن میں "الوہیت" "خدائی" اور یا "خدا نمائی" کے احساس کو پیدا نہ کرے تو پرستش کے معانی نہیں رکھتی۔

قرآن انسان کو حکم دیتا ہے کہ اپنے والدین کے سامنے زیادہ سے زیادہ تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کرے قرآن فرماتا ہے:

"وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً۔" (۲۵)

اور مہر و محبت کے ساتھ ان کے آگے انکساری کا پہلو جھکائے رکھو اور دعا کرو: پروردگارا! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا تھا۔

عبادت اور پرستش کے جو معنی بیان ہوئے ان کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انبیائے الہیٰ کا احترام بجالانا ان کے مزاروں کی حفاظت یا ان کے گھروں کی تعمیر کرنا جہاں وہ دفن ہیں نہ صرف" شرک " محسوب نہیں ہوتیں بلکہ ایک بہترین ہے کیونکہ وہ افراد جو ان کی قبور کی تعمیر کرتے ہیں ان اشخاص کو اعلیٰ انسان توحید کے مبشّر اور شرک و بت پرستی کے خلاف جہاد کرنے والا سمجھتے ہیں اور اسی عقیدے کی بنیاد پر ان کے آثار کی حفاظت کرتے ہیں آخر میں ایک آیت بیان کرتے ہیں جس میں پرستش کی حد بیان کی گئی ہے۔

"يٰا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذي خَلَقَكُمْ وَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔" (۲۶)

لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (خطرات سے) محفوظ رہو۔

جملۂ **"اعبدوا ربکم"** پر توجہ دینے کی ضرورت ہے خدا یہاں عبادت کے معیار کو خدا کی ربوبیت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے چونکہ وہ تمہارا رب ہے لہٰذا اس کی پرستش کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کا محور " ربوبیت پر اعتقاد رکھنا" ہے چاہے یہ عقیدہ صحت رکھتا ہو (جس طرح موحدین کا عقیدہ ہے) یا یہ کہ باطل ہو (جس طرح بتوں کے بارے میں مشرکوں کا عقیدہ ہے) نتیجہ یہ کہ ہر قسم کی تعظیم اور احترام " عبادت " ہی کی فہرست میں نہیں آتی بلکہ احترام و تکریم سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیش آتا ہے کہ کیا اردن، شام، اور عراق میں "لاالہ الا اللہ" پڑھنے والے مسلمان جو انبیائے الہیٰ کے آثار کی حفاظت کرتے ہیں تو وہ یہ کام انبیائے الہیٰ کو "رب یا پروردگار" سمجھتے ہوئے انجام دیتے ہیں یا ان کو توحید اور یکتا پرستی کا معلم سمجھتے ہوئے ان کی قدردانی اور احترام کے لئے کرتے ہیں؟

گزشتہ بحث نے ثابت کر دیا انبیاء کے مزاروں کی حفاظت والا مسئلہ بدعت اور پرستش کے کوئی تعلق نہیں رکھتا لیکن اس کے باوجود ہم کتابِ خدا اور سنت رسول ﷺ اس مسئلہ کے مشروع ہونے کا استنباط کرتے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے ایک ایسا عمل جو "بدعت" یا "عبادت" کی فہرست میں نہیں آتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ "مباح" اور "جائز" بھی نہ ہو۔

اب ہم قرآن، سنت اور سیرہ مسلمین کی نگاہ سے قبور کی تعمیر کے جواز یا استحباب کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ گزشتہ امتوں میں قبور کی تعمیر

بعض آیات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اسلام سے قبل کی امتوں میں بزرگ افراد کی قبور کا احترام ایک رائج بات تھی جہاں قرآن اصحاب کہف کے بارے میں فرماتا ہے: جب اصحاب کہف کی صورت حال اس زمانے کے لوگوں پر آشکار ہو گئی تو لوگ اس غار کے دہانے پر آئے۔ وہ لوگ (اصحاب کہف کے) مدفن کے بارے میں دو نظریہ رکھتے تھے۔

"اُبْنُوا عَلَيهِمْ بُنْيَاناً" ان پر ایک عمارت تعمیر کر دو۔

"قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلىٰ أمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسجِداً۔"

اور جو لوگ دوسری رائے پر غالب آئے انہوں نے کہا ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔

قرآن کسی تنقید کے بغیر ان دونوں نظریوں کو نقل کرتا ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ دونوں آراء غلط اور باطل ہوتیں تو قرآن ان پر تنقید کرتا یا ان لوگوں کے اس عمل کو اعتراض آمیز اور تنقیدی لحن کے ساتھ بیان کرتا۔ بہرحال یہ دونوں آراء اس بات کی حکایت کرتی ہیں کہ دونوں کام اولیاء اور صلحاء کی قدردانی کا ایک وسیلہ ہیں۔

۲۔ ذی القربیٰ سے اظہار مودّت

قرآن مجید ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کے خاندان والوں سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے قرآن فرماتا ہے:

"قُلْ لا أسْئَلُكُمْ عَليهِ أجْرًا إلَّا المَوَدَّةَ في القُرْبىٰ۔"

ترجمہ: کہہ دو کہ میں رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت رکھو۔

یہ بات بہت واضح اور روشن ہے کہ خاندان رسالت سے مسلمانوں کی محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ان کی قبور کی حفاظت اور ان کی تعمیر ہی ہے یہ رسم دنیا کی اقوام میں بھی موجود ہے اور اس سب اس کام کو صاحب قبر سے ایک طرح کا اظہار محبت سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ بڑی بڑی علمی اور سیاسی شخصیات کو چرچ یا مشہور مقابر میں دفنا کر اور ان کے ارد گرد پھول اور درخت اگایا کرتے ہیں۔

یہاں پھر ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ آیا مراقد کو تعمیر کرنا محبت و مودت کا اظہار کرنا نہیں ہے؟ اور قبۂ نبوی یا بزرگان دین کی آرامگاہوں کو مسمار کرنا آیا ان کی توہین نہیں ہے؟

نتیجہ یہ کہ قبور کی تعمیر سے روکنا یا ان کو مسمار کرنا اس بات کا باعث بنتا ہے کہ یہ روضات حیوانات کی رفت و آمد کی جگہ بن جائیں اور نتیجۃً آلودگی کا شکار ہو جائیں کوئی بھی عاقل انسان اس عمل کو اہل بیت کے ساتھ دوستی شمار نہیں کرتا بلکہ یہ عمل ایک قسم کی عداوت اور بے ادبی شمار ہوتا ہے۔

اگر اسلام سے قبل موحدین اپنے انبیاء اور ان کے اوصیاء کی قبور کو تعمیر کیا کرتے تھے تو وہ اس محرک کی بنا پر ایسا کرتے تھے کہ

اولاً: ان لوگوں کا احترام اور قدردانی کی جائے۔

ثانیاً: الٰہی معلّمین کی قبور کو بے سایہ چھوڑ دینا حیوانوں کی رفت و آمد کا باعث بنتا ہے جس سے قبور آلودگی کا شکار ہو جاتی ہیں اور یہ ایک قسم کی بے احترامی ہے یہی وجہ ہے کہ اب تک حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے تمام تر پیغمبروں کی قبور قیمتی تعمیرات کی وجہ سے آج تک محفوظ رہی ہیں اور آج تک یہ تعمیرات عراق، شام، اردن، کشمیر اور مصر میں موجود ہیں جن کی ہزاروں مسلمان سیّاح زیارت اور ادائے احترام کرتے ہیں۔

۳۔ اولیاء کے بیوت (گھر) اور ان کے مزار

پیغمبرؐ اور صلحاء کے گھر ایک خاص مقام اور منزلت کے حامل ہیں ان کے اس مقام و منزلت کا مادی یا جسمانی پہلو کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ان کے گھر دوسرے گھروں کی طرح مٹی، اینٹوں یا چاک سے ہی بنے ہوئے ہیں بلکہ ان کا یہ مقام اور عظمت ان عظیم انسانوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے وہاں زندگی گزاری ہے قرآن اپنی مشہور آیت:

"آیۃ نور" میں خدا کے نور کو ایک ایسے روشن چراغ کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے جو ستارے کی طرح ایسے گھروں میں چمک رہا ہے یہاں عظیم افراد صبح وشام خدا کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔

" فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فيهَا اسمُہُ يُسَبِّحُ لَہُ فيهَا بِالغُدُوِّ وَ الآصَالِ ۔۔۔۔۔" **(۲۸)**

"ایسے گھروں میں (یہ چراغ روشن ہے) جن کی تعظیم کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لینے کا بھی وہ ان گھروں میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔"

جملہ "يُسَبِّحُ لَہُ فيهَا بِالغُدُوِّ وَ الآصَالِ" ان گھروں کی رفعت اور عظمت کی وجہ کو بیان کرتا ہے جن کا ذکر پچھلے جملے "أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ" میں ہوا ہے۔ اگلی آیت میں ان گھروں میں عبادت کرنے والوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں؛ خداوند عالم فرماتا ہے:

"رِجَالٌ لاٰ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ لاٰ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَ إِقَامِ الصَلاٰةِ وَ إِيتَاءِ الزَّكوٰةَ يَخَافُونَ يَوماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ القُلُوبُ وَ الأبصَارُ۔" **(۲۹)**

ترجمہ: ایسے لوگو جنہیں تجارت اور خرید وفروخت ذکر خدا اور قیام نماز اور ادائیگی زکوۃ سے غافل نہیں کرتیں وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس دن قلب اور نظر منقلب ہو جائیں گے۔

یہ آیت ان بیوت کی عظمت اور منزلت کو جن میں الہیٰ انسانوں نے ہمیشہ خدا کی تسبیح انجام دی ایک خاص لحن سے بیان کرتی ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے دو مطلب کا ذکر ضروری ہے۔

الف: بیوت سے کیا مراد ہے؟

یہ بات مسلم ہے کہ بیوت سے مراد مساجد نہیں ہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء خدا کے "گھر" مراد ہیں کیونکہ لفظ "بیوت" "بیت" کی جمع ہے جس کے معانی "مسکن" یا "گھر" کے ہیں ابنِ منظور اپنی کتاب میں لکھتا ہے: "بیت" ایک مرد کا گھر اور اس کا مسکن ہے۔ (۳۰) راغب مفردات میں کہتا ہے "بیت" انسان کی پناہ گاہ ہے۔

اس کے علاوہ یہ روایت اس آیت کی تفسیر کرتی ہے، جلال الدین سیوطی، انس ابنِ مالک سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت "فی بیوت اذن اللہ ان ترفع۔۔۔" کی تلاوت مسجد میں فرمائی تو ان کے دوستوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی "ان گھروں سے کیا مراد ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پیغمبروں کے گھر۔ اس وقت حضرت ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا آیا یہ بھی ان گھروں میں شامل ہیں جن کی رفعت اور منزلت کا ذکر کیا گیا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں یہ ان میں سے بہترین گھر ہے۔" (۳۱)

ان قرآئن کو مد نظر رکھتے ہوئے کہنا چاہئے کہ آیۃ نور میں "بیوت" سے مراد انبیاء اور اولیائے الٰہی کے گھر مراد ہیں جو خدائے متعال کیلئے اپنے ساکنین کی تسبیح اور تمجید کے باعث خاص مقام و منزلت کے حامل ہیں اور خدا نے ان کے مقام اور منزلت کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے اگر یہی بیوت ان افراد کے مرقد اور مدفن میں تبدیل ہو جائیں تو آیۃ مبارکہ کے حکم کے مطابق اس کے ظاہری اور باطنی احترام کی حفاظت کا خیال رکھنا چاہئے۔

ب: وہ گھر جو آرام گاہوں میں تبدیل ہو گئے

بعض بزرگان دین کے مزار انہیں کے بیوت ہیں اس آیت کی اتنی محکم تاکید کے باوجود کس طرح بعض افراد اس کام کی جرأت کر لیتے ہیں کہ ان گھروں کو بیلچوں اور کدالوں کے ساتھ مسمار کر کے زمین میں ملا دیں؟

مؤرخین اور سیرہ نویس اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر کے اندر ہی دفن ہوئے وہ گھر جس میں ان کی بیوی عائشہ رہتی تھیں اور چونکہ یہ گھر آپ کی حیات مبارکہ اور اس کے بعد آپکی مدفن گاہ بننے کی وجہ سے خاص مقام و منزلت کا حامل ہو گیا لہٰذا پہلے دو خلفاء نے بھی اپنے اجساد کو یہیں پر دفن کرنے کی وصیت کی۔

سالہا سال اس گھر میں تعمیرات ہوتی رہیں اخیراً اس کی تجدید کی گئ اور اللہ کے فضل سے اب بھی یہ گھر قائم ہے وہابیوں نے مسلمانوں کے ڈر سے اس کو ہاتھ نہیں لگایا اور سعودی امیر بھی مسلسل حرم نبوی کی نگہداری کرتے رہے ہیں تاکہ کہیں شیطانی ہاتھ حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچادے ذیل میں کچھ اور عظیم بیوت کا ذکر کیا گیا ہے جو مدفن میں تبدیل ہو گئے۔

عباس ابن عبد المطلب کی قبر جو عقیل کے گھر دفنائے گئے۔ (۳۲)

عسکریین، امام ہادیؑ اور امام حسن عسکریؑ اپنے گھر میں ہی دفن ہوئے ان بزرگان کا گھر اس آیت "فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ" کا ہی مصداق ہے۔

لہٰذا سب اولیاء الٰہی کے گھر ایک خاص احترام رکھتے ہیں جب وہ ان کے مدفن بن جائیں تو ان کا ظاہری احترام اور حفاظت ہمارا اسلامی فرض ہے۔

۴۔ خلفاء اور گزشتہ انبیاء کی قبور

جب خورشید اسلام نے دنیا کے ایک بڑے حصے کو اپنی روشنی سے منور کیا تو اس دن سے فتح شدہ زمین میں پیغمبروں کی قبور سائے میں تھیں اور مسلمانوں نے ان کو آج تک محفوظ رکھا اور زمانے کے ساتھ ساتھ ان کی مرمت کرتے رہے اب بھی حضرت ابراہیم خلیلؑ اور ان کے بیٹوں اسحاقؑ، یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ جیسے انبیاء کی قبور مقبوضہ فلسطین میں تعمیرات اور علائم کے ساتھ موجود ہیں۔

جدّہ میں حضرت حوّا کی قبر پر بھی تعمیرات موجود تھیں جو بعد میں وہابیوں کے تسلط کے بعد زمین کے ساتھ ملادی گئ لیکن اردن میں اب بھی بعض بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی قبور باقی ہیں اور ساری دنیا کے سیّاح ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

جب لوگوں نے اس ملک کو فتح کیا تو ہرگز ان آثار کو دیکھ کر ناراض نہیں ہوئے اور ان کو مسمار نہیں کیا۔ اگر قبور کی تعمیرات اور میّت کو مقبرہ میں دفن کرنا حرام ہوتا تو مسلمان سب سے پہلے ان مقابر کو جواردن، فلسطین اور عراق میں پھیلے ہوئے ہیں مسمار کر دیتے اور زمانے کے ساتھ ساتھ دوبارہ تعمیر کی راہ میں رکاوٹ بنتے جب کہ نہ صرف انہوں نے اس کو مسمار نہیں کیا بلکہ چودہ صدیوں سے ان کی تعمیر اور حفاظت کی کوشش کرتے رہے ہیں وہ اپنی خدادادی عقل کے ساتھ ان پیغمبروں کی قبور کی حفاظت کو ایک طرح کا احترام سمجھتے تھے اور یہ کام (حفاظت) انجام دینے کی وجہ سے اپنے آپ کو صالح اور اجر کا مستحق سمجھتے تھے۔

ابن تیمیہ اپنی کتاب "الصراط المستقیم" میں کہتا ہے بیت المقدس کی فتح کے وقت پیغمبروں کی قبور پر سرپناہ موجود تھی لیکن اس کا دروازہ چوتھی صدی ہجری تک بند رہا (۳۳) بالفرض اگر ابن تیمیہ کی بات ٹھیک بھی ہو جب کہ یہ ایک دعوے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اگر قبور کی تعمیر حرام ہوتی تو فطری طور پر ان کا مسمار کرنا واجب ہونا چاہیئے اور ان کا مسدود ہونا ان کے باقی رہنے کا جواز پیش نہیں کرتا بلکہ جتنی جلدی ممکن ہوسکتا ہے ان کو گرا دینا چاہیئے تھا۔

خلاصہ یہ کہ ان قبوّں اور تعمیرات کا ان تمام زمانوں میں علماء اور سرداران اسلام کے سامنے وجود خود اسلامی آئین میں ان کے جائز ہونے کی دلیل ہے اسلامی لشکر نے شام کے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد پیغمبروں کی قبور کو خراب کرنے کی نیّت سے نہ صرف خود ہاتھ نہ لگایا بلکہ اپنے خدّام کو ان کی بقاء اور حفاظت کے لئے مأمور کیا اور ان قبور کیلئے حتّی زرّہ برابر بھی منفی حساسیت کا مظاہرہ پیش نہیں کیا۔

۵۔ مسلمانوں کا شیوۂ زندگی اور قبور کی تعمیر

حرمین شریفین پر وھابیوں کے تسلط سے پہلے تک سالہا سال سے مسلمانوں کا شیوہ یہ تھا کہ پیغمبروں اور اولیائے الہیٰ کی قبور پر موجود گنبد اور بارگاہ کو ہمیشہ تعمیر اور مرمت کرتے رہتے تھے یا ان کی قبور پر خود گنبد یا کوئی سایہ بان بنا دیتے تھے مسلمانوں کی چودہ صدیوں میں یہ روش اس شرعی مسئلہ کے حکم کو واضح بیان کرتی ہے۔

فقہائے اسلام امت اسلامی یا فقہاء کے ایک مسئلہ پر ایک ہی وقت میں اتحاد کو اس مسئلہ کے جائز ہونے پر ایک قاطع دلیل سمجھتے ہیں اسی لئے "اجماع" کو اسلامی احکام کے ایک منبع کی حیثیت سے جانتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیونکر امت اسلامی کا ایک صدی کے دوران اجماع تو اس حکم شرعی کا کاشف تھا اور سب کیلئے "لازم الاتباع" تھا لیکن قبور کی تعمیر پر دنیا کے تمام تر مسلمانوں کے شیوہ حیات اور ان کا اتفاق عموم، اس شرعی حکم کے لئے کاشف نہیں ہو سکتا؟

تاریخی کتابوں اور مسلمانوں کے سفر ناموں کا جائزہ، سرزمین وحی اور اسلامی ممالک میں سینکڑوں باعظمت آرامگاہوں کی گواہی دیتا ہے اب ہم "مسعودی" (مروج الذھب)، ابن جبّیر، ابن نجّار اور ابن حجّاج جیسے سیّاح اور مؤرخین کے کچھ الفاظ نقل کرتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ امتِ اسلامی ہر زمانے میں ان مقابر اور آرام گاہوں کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا کرتی تھی۔

مسعودی اپنی گران قدر کتاب میں قبرستان بقیع میں آئمہ کی قبور کی توصیف یوں بیان کرتا ہے: ان کی قبور پر ایک پتھر نصب ہے جس پر لکھا ہے "خدائے رحمٰن اور رحیم کے نام سے تعریف ہے اس خدا کی جو امتوں کو نابود اور مردوں کو زندہ کرتا ہے یہ فاطمہؑ بنت پیغمبر ﷺ، سردار زنان عالم کی قبر اور حسنؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کی قبر اور علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کی قبر اور محمدؑ ابن علیؑ کی قبر اور جعفرؑ ابن محمدؑ کی قبر ہے۔ (۳۴)

مسعودی کا شمار چوتھی صدی کے مؤرخین میں ہوتا ہے متعصبانہ مزاج سلفی بھی اس (چوتھی صدی) اور اس سے قبل کی صدیوں کو اسلامی تاریخ کی بہترین صدیوں کے عنوان سے یاد کرتے ہیں اور اس زمانے میں مسلمانوں کے درمیان رائج اعمال کو اعمال کے مشروع ہونے کی نشانی سمجھتے ہیں افسوس کی بات یہ ہے

کہ وہ پتھر جس کے بارے میں مسعودی نے بیان کیا ہے وھابیوں کے تسلط کے بعد منوں مٹی تلے دب گیا ہے اور آج کل یہ قبور اس قدر مسمار ہو چکی ہیں کہ ان کی ایک دوسرے سے شناخت ممکن نہیں ہے۔

دنیاکے مشہور سیّاح ابن جبیر (۶۱۴ ـ ۵۴۰) نے انبیاء، صلحاء اور آئمہ اہل بیتؑ کے مراقد کا مصر، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، عراق اور شام میں مشاہدہ کیا اور ہر ایک کی خصوصیات کو تفصیل کے ساتھ اپنے سفر نامے میں بیان کیا ہے۔ جو کچھ اس نے اپنے سفر نامے میں بیان کیا ہے اس کے مطابق " آئمہ اولیاء اور شھداء کی قبور پر عظیم تعمیرات انجام دینے کی تاریخ صحابہ اور تابعین کے زمانے کی طرف پلٹتی ہے اس زمانے میں مسلمان دینی رہبروں اور بزرگ شخصیات سے اظہار عقیدت کیلئے ان کے مزاروں پر قبّے اور بارگاہیں بنایا کرتے تھے اور صحابہ اور تابعین میں سے ایک شخص نے بھی اس عمل کو توحید کے منافی شمار نہیں کیا ۔ ذیل میں ہم اسلامی آثار اور بنیادوں کے متعلق اس کی کچھ رپوٹیں نقل کرتے ہیں۔

وہ کہتا ہے: قاہرہ میں سب سے عظیم زیارت گاہ رأس الحسین ہے یہ امام حسینؑ کے سر کے دفن کی جگہ ہے جس پر چاندی سے ملمع ایک ضریح اور ایک بڑی بارگاہ بنی ہوئی ہے جس کی توصیف سے زبان اور اس کے ادراک سے عقل عاجز ہے اس مقام کی دیوار پر ایسا بے انتہا شفاف اور برّاق پتھر نصب ہے جو ہندی آئینوں کی طرح ڈھال کر بنایا ہوا محسوس ہوتا ہے جو اپنے سامنے لگی اشیاء کی تصاویر کو منعکس کرتا ہے میں نے رأس الحسینؑ کے زائرین کا مشاہدہ کیا وہ بے

تحاشہ ہجوم کے ساتھ قبر کی طرف دوڑے آتے قبر پر خیرہ ہو جاتے اور ضریح پر موجودہ کپڑے سے اپنے آپ کو متبرّک کرتے تھے۔

ابن جبیر مصر کی ایک جگہ "قرافہ" کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے اسے دنیا کے عجائب میں سے ایک عجوبہ شمار کرتا ہے اس کے کہنے کے مطابق بہت سے پیغمبر، ان کے نزدیکی افراد، صحابہ، تابعین، علماء اور زہداء وغیرہ وہاں دفن ہیں۔

حضرت صالحؑ کے فرزند، حضرت یعقوبؑ ابن اسحاقؑ کے فرزند روبیل اور فرعون کی زوجہ حضرت آسیہ وہاں دفن ہیں خاندان رسالت میں سے بھی حضرت جعفر ابن محمد صادقؑ کے دو بچوں کی قبور وہاں موجود ہیں اس کے علاوہ قاسم ابن محمد ابن جعفر الصادقؑ اور ان کے فرزند کی قبر، عبداللہ ابن قاسم اور ان کے فرزند کی قبر، یحییٰ ابن قاسم اور عبداللہ ابن قاسم اور ان کے بھائی یحییٰ ابن عبداللہ وہاں دفن ہیں۔

ابن جبیر صحابہ، تابعین اور امام شافعی کی آرام گاہوں اور امام شافعی کے حرم کی وسعت اور عظمت کے بارے میں بھی ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ صلاح الدین ایوبی حرم شافعی میں ہونے والے مراسم کا خرچ دیا کرتا تھا مثلاً جشن میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میلاد حضرت زہراؑ اور دارالخیزران (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کی مخفیانہ جگہ) وغیرہ۔

اس کے علاوہ وہ صحابہ اور تابعین کی زیارت گاہوں کے نام لیتا ہے اسی ضمن میں حضرت عباس اور حسن ابن علیؑ کے روضوں کا ذکر کرتا ہے جو اونچی بنیادوں پر قائم ہیں اس کے بعد وہ ان ضریحوں کی خصوصیات کو ذکر کرتا ہے۔

جو کچھ ابن جبیر نے عراق اور شام میں شہداء علماء اور صلحاء کے مقامات کے بارے میں لکھا ہے اگر ہم ان کا ذکر کرنا چاہیں تو یہ بحث بہت طولانی ہو جائے گی اس وجہ سے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں دلچسپی رکھنے والے افراد بیشتر معلومات کے لئے اسی کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

ابن نجّار (۶۴۳ ــ ۵۷۸) محمد ابن محمود جو "ابن نجّار" کے نام سے مشہور تھا ایک مشہور مسلمان سیّاح تھا وہ اپنی کتاب "مدینۃالرسول" میں لکھتا ہے:

"ایک بہت اونچا گنبد جو بہت قدیمی ہے بقیع کے شروع ہی میں موجود ہے اور اس میں دو دروازے ہیں ہر روز ان میں سے ایک دروازہ زیارت کرنے والوں کے لئے کھولا جاتا ہے۔"

ابن حجّاج بغدادی (۳۹۲ ــ ۲۶۲) قمری، کا شمار عراق کے بڑے شاعروں میں ہوتا ہے اس نے ایک قصیدے میں امیرالمومنین علیؑ کی مدح بیان کی ہے اور آپؑ کے حرم میں سب کے سامنے وہ قصیدہ پڑھا قصیدے کے شروع میں وہ کہتا ہے:

يَاصَاحِبَ الْقُبَّةِ الْبَيضَـــاءِ فِي النَّجَفِ
مَنْ زَارَ قَبْرَکَ وَ اسْتَشْفيٰ لَدَيْکَ شَفَىٰ

"اے نجف کی زمین میں سفید اور روشن قبہ کے مالک! جو بھی آپ کی زیارت کرے اور آپ کے نزدیک (خدا سے) شفا طلب کرے خدا اسے شفا عطا کرتا ہے۔

یہ بیت اس بات کی دلیل ہے کہ چوتھی صدی کے آخر میں امیرالمومنین علیؑ کی قبر پر قبّہ اور بارگاہ موجود تھی۔

٦۔احادیث آئمہؑ کی روشنی میں قبور کی حفاظت

وہ روایات جو قبور کی حفاظت اور تعمیر کے بارے میں بیان ہوئی ہیں چند دستوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں اب ہم ان سب کو آپ محترم قاریوں کے سامنے پیش کریں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ آئمہ اہل بیت کے نزدیک قبور کی تعمیر ایک مسلم عمل تھا اور شیعہ فقیہ نے بھی ان ہی روایات کی پیروی کی ہے:

پہلا گروہ: قبور کی تعمیر کا استحباب (مستحب ہونا)

حدیث کی جامع کتابوں مثلاً شیخ طوسی کی کتاب "تہذیب" میں آئمہ طاہرین کی قبور کی تعمیر کے استحباب میں مباح روایات بیان ہوئی ہیں جو قارئین حضرات کے آگے پیش کی جاتی ہیں۔

شیخ طوسی اپنی سند سے ابو عامر واعظ (اھل حجاز) سے یوں نقل کرتے ہیں:

"میں حضرت جعفر ابن محمدؑ کے گھر گیا اور ان سے پوچھا کہ جو شخص امیر المومنین علیؑ کی زیارت کیلئے جائے اور ان کی قبر کو آباد کرے تو اس کی جزاء کیا ہے؟

امام صادقؑ نے فرمایا: میرے پدر گرامی نے اپنے پدر گرامی سے انہوں نے حسین ابن علیؑ اور انہوں نے علی ابن ابی طالبؑ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا اے علیؑ تمہیں عراق کی سرزمین میں قتل کر دیا جائے گا اور وہیں دفنایا جائے گا علیؑ نے فرمایا میں نے رسول خداﷺ سے عرض کی جو لوگ ہماری قبور کی زیارت کرنے آئیں اور ان کو آباد رکھنے کیلئے سعی اور کوشش کرتے رہیں اور ہمیشہ وہاں آمد و رفت رکھیں تو ان لوگوں کیلئے کیا جزاء ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابا الحسنؑ! خدا نے تمہارے اور تمہارے فرزندوں کے مزاروں کو بہشت کی زمین اور اس کی خاک کے کچھ حصّے میں قرار دیا ہے اور اس نے اپنے بندوں میں سے بزرگوار اور منتخب افراد کے دلوں میں تمہاری محبت ڈال دی ہے وہ لوگ خدا کی قربت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی سے اظہار کے لئے آزار واذیت کو بھی قبول کر لیتے ہیں اور تمہاری قبور کو بھی **(یہی لوگ)** آباد کریں گے اس کے بعد آپ نے فرمایا علیؑ! یہ وہ لوگ ہیں جن کو میری شفاعت نصیب ہوگی اور مومن (کوثر) پر میرے پاس آئیں گے۔

علیؑ جو شخص بھی تمہاری قبور کو آباد کرے اور وہاں رفت وآمد کرے تو ایسے شخص کی مانند ہے جس نے بیت المقدس کی تعمیر میں سلیمان ابن داؤد کا ہاتھ بٹایا ہو اور جو بھی تمہاری قبور کی زیارت کرے اس کی جزاء حج کے علاوہ ستر حج کا ثواب ہے جو بھی تمہاری زیارت کرکے واپس پلٹے تو وہ گناہوں سے پاک ہوگیا اور ایسے انسان کی مانند ہے جو ابھی ابھی دنیا میں آیا ہو۔

اے علیؑ! اپنے محبین کو ان نعمتوں کی بشارت دو جن کی مثال نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ آج تک کسی کی خاطر نازل کی گئی ہیں البتہ ادنیٰ اور پست افراد تمہاری قبور کے زائرین کو ملامت کریں گے۔

یہ لوگ میری امت کے شرور افراد ہیں نہ تو میری شفاعت ان تک پہنچے گی اور نہ یہ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر آسکیں گے۔ (۳۷)

دوسرا گروہ: زیارت کی کیفیت قبر پر تعمیر کا ثبوت پیش کرتی ہے۔

بعض روایات آئمہ معصومینؑ کی زیارت کی کیفیت کے بارے میں بیان ہوئی ہیں جو اس بات کی حکایت کرتی ہیں کہ ان کے مزار پر عمارت اور دروازے موجود تھے۔

امام حسینؑ ابن علیؑ کی زیارت کرنے کے طریقے کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے۔

فرات کے پانی سے غسل کرو اور اپنے پاکیزہ ترین لباس کو زیب تن کرو پھر ننگے پاؤں چل پڑو کیونکہ تم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں سے ایک حرم میں ہو۔ مسلسل تکبیر و تحلیل پڑھتے رہو اور خدا کی تمجید کرو محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے جاؤ یہاں تک کہ **"باب حائر"** پر پہنچ جاؤ۔ (۳۸)

"حائر" اس نکتے کو کہتے ہیں جہاں امام حسینؑ دفن ہوئے اور (اس جگہ سے) چاروں طرف تقریباً ۱۲ میٹر تک کی جگہ کو "حائر" کہتے ہیں یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت کے صدور کے وقت سید الشہداء کے مدفن پر عمارت اور دروازہ موجود تھا۔

بعض روایات **"باب المشہد"** کا نام ذکر ہوا ہے:

"إذَا انْتَهَيْتَ إلیٰ بَابِ المَشهَدِ فَقِفْ عَلَيهِ وَ كَبِّرْ أرْبَعاً۔"

جب باب مشہد (وہ جگہ جہاں حضرت شہید ہوئے) میں داخل ہو گئے تو کھڑے ہو جاؤ اور چار مرتبہ تکبیر کہو۔ (۳۹)

حضرت عباس ابن علیؑ کی زیارت کے بارے میں یوں نقل ہوا ہے:

"ثُمَّ امْشِ تَأتي مَشهَدَ العَبَّاسِ ابْنِ عِلي فإذَا أَتَيْتَهُ فَقِفْ عَلَیٰ بَابِ السَّقِيفَةِ وَ قُلْ۔"

اس کے بعد حضرت عباس ابن علیؑ کی جائے شہادت کی طرف جاؤ اور جب ایک چھت کے نیچے پہنچ جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ اور کہو۔۔۔۔۔

ایک شخص امام ہادیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ اُسے ایک ایسی زیارت سکھائیں جس سے وہ ہر امام کی زیارت کرسکے امام ھادیؑ نے اس سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا:

"إِذَا صِرْتَ إِلَىٰ البَابِ فَقِفْ وَاشْهَدِ الشَّهَادَتَينِ۔" (۴۰)

جب بھی اس جگہ کے دروازے پر جہاں امام دفن ہیں پہنچ جاؤ تو شہادتین پڑھ لو۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ امام حسین ابن علیؑ کے قبّہ کے نیچے دعا کرنے سے دعا مستجاب ہوتی ہے۔

ابن عباس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت امام حسینؑ کے قتل ہونے کی خبر دی پھر فرمایا: "جو شخص بھی اس کے قبّے کے نیچے دعا مانگے تو اس کی دعا مستجاب ہو گی اور اس کی تربت میں شفا ہے۔" (۴۱)

اس بات پر کہ تیسری صدی ہجری کے پہلے پچاس سالوں میں امام حسینؑ کی قبر پر قبّہ اور بارگاہ موجود تھی روشن ترین دلیل یہ ہے کہ متوکل عباسی نے جو خاندانِ رسالت کے ساتھ عداوت رکھنے میں مشہور تھا سنہ 236 میں یہ حکم دیا کہ قبر امام حسینؑ کو مسمار کر دیا جائے اور اس کے قریب جتنے بھی گھر تھے ان کو بھی زمین کے ساتھ یکسان کر دیا جائے اور قبر کے اطراف میں کھیتی باڑی کے لئے ہل چلا دیا جائے اس کے اس بے انتہا بُرے عمل نے مسلمانوں کے غصّے کی آگ کو

اس قدر بھڑکایا کہ بغداد کے لوگوں نے مساجد اور شہر کی دیواروں پر متوکل کی مذمت میں بیانات لکھنا شروع کردیے کہ جن کو اگر نقل کیا جائے تو بحث طولانی ہو جائے گی۔ (۴۲)

مسعودی لکھتا ہے کہ متوکل نے اپنے مزدوروں اور مسمار گروں کو بے شمار دولت سے نوازا بہت سے لوگوں نے یہ کام انجام دینے سے اجتناب کیا جب اس نے یہ دیکھا تو غصہ میں آگیا اور خود ہی کدال لیکر امام حسینؑ ابن علیؑ کی قبر پر موجود چھت کو گرادیا اس کے بعد اس کے مزدوروں نے اس کے کام کو سنبھال لیا اور حضرت کی قبر منتصر عباسی کے دور تک اسی حالت میں باقی رہی۔

تیسرا گروہ: زیارت کا احترام اور ان کی طرف دعوت

بے شمار روایات جن کی تعداد سینکڑوں سے زیادہ ہے سب رسول خداؐ اور ان کے فرزندوں کی قبور کی زیارت کی دعوت دیتی ہیں اور ان کے احترام پر تاکید کرتی ہیں یہ روایات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ایک فیصد کا ذکر کرنا بھی یہاں ممکن نہیں ہے لیکن صرف کچھ نمونوں کو بیان کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیؑ اس کام میں حج کی تکمیل سمجھتے ہیں کہ زائر خانہ خدا اپنے حج کو قبر رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے ساتھ اختتام تک پہنچائے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

" أتِمُّوا حَجَّكُم بِرَسُولِ اللهِ إذَا خَرَجتُمْ إلَي بَيْتِ اللهِ فَإنَّ تَرْكَهُ جَفَاءٌ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُم ۔" (۴۳)

"اپنے حج کو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے ساتھ کامل کرو کیونکہ اس کام کا ترک کرنا ان کے حق میں جفا کرنا ہے اور تمہیں اس کام **(زیارت)** کا امر کیا گیا ہے۔"

ابن قولیہ **"کامل الزیارات"** میں **"وشاء"** نامی ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضاؑ سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے:

"إنَّ لِكُلِّ إمَامٍ عَهْداً في عُنُقِ أَوْلِيَائِهِ وَ شِيعَتِهِ وَ إنَّ مِنْ تَمَامَ الوَفاءِ بِالعَهدِ زِيَارَةِ قُبُورِهِم۔" (۴۴)

"ہرامام اپنے دوستوں اور شیعوں کی گردنوں پر کچھ عہد وپیمان رکھتا ہے اپنے پیشواؤں کی قبور کی زیارت اس عہد وپیمان کے کچھ حصے پر عمل کرنا ہے۔"

آئمہ اور اولیائے الٰہی کی قبور کی زیارت پر اس قدر تاکید کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس مستحب عمل کیلئے تمام تر مسلمانوں کی دعوت اُسی صورت میں انجام پاسکتی ہے جب ان کے مدفن محفوظ بنائے گئے ہوں اور لوگ آسانی سے ان تک رسائی حاصل کرسکیں جب ان کے مزار کسی قسم کی حفاظت یا عمارت سے عاری ہونگے تو یہ بات مسلّم ہے کہ بارش، ہوائیں اور طبیعی عوامل ان کے آثار مٹا ڈالیں گے۔ اور ان کا نام و نشان ہی باقی نہیں رہے گا کہ لوگ زیارت کرسکیں۔

اس قسم کی روایات جو قبور خاندانِ رسالت کی زیارت پر تاکید کرتی ہیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان کے مزار اس طرح بنائے جائیں جو زمانے کے حوادث سے محفوظ رہ سکیں۔

نتیجہ یہ کہ اولیائے الٰہی کی قبور کی حفاظت ایک پسندیدہ عمل اور اسلامی رسم ہے جس پر قرآن، اجماع، سیرہ مسلمین اور آئمہ اطہار کی روایات دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ جو شخص بھی ظُلم کی کدال سے ان کے مدفن کو ویران کرنا چاہے تو اس نے خدا کے غضب کو اپنے لئے خرید لیا ہے اور اس کا شمار اہل بیت کے دشمنوں میں ہوگا۔

ضعیف روایات

کتابچے کے مؤلف نے اپنے مدعا کے اثبات کیلئے کچھ روایات کو بطور استدلال پیش کیا ہے جن کو چند دستوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اگرچہ اس نے یہ تمام روایات بکھری ہوئی پیش کی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس کی جگہ کوئی فقیہ ہوتا تو ان روایات کی دستہ بندی کرنے میں غفلت نہ کرتا۔ اب ہم اس مؤلف کی مورد نظر روایات کو چند دستوں میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قبر کو اس کی مٹی سے پُر کیا جائے

اس موضوع کے بارے میں کہ قبر کو اسی کی مٹی سے پر کیا جائے اور باہر کی مٹی اس پر نہ ڈالی جائے تین روایات بیان کی گئی ہیں۔

الف: "إنَّ النَّبِیَّ نَهیٰ أنْ یُزادَ علی القَبْرِ تُرابٌ لَمْ یُخْرَج مِنْهُ" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو اطراف کی مٹی سے پر کرنے سے منع کیا ہے۔"

ب: صدوق بغیر کسی سند کے امام صادقؑ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

" کُلّما جُعلَ علی القبرِ مِنْ غیرِ تُرابِ القَبْرِ فَهُوَ ثِقْلٌ عَلی المَیِّتِ ۔"

جو کچھ بھی قبر پر اس کی مٹی کے علاوہ ڈالا جائے وہ میت پر سنگینی کا باعث ہے۔

ج: "لا تُطَيِّنُوا الْقَبْرَ مِنْ غَيْرِ طينِه" (۴۵) قبر پر اس کی مٹی کے علاوہ مٹی مت لگاؤ۔

روایت کا تجزیہ

اولاً: دوسری روایت سند نہیں رکھتی لہٰذا اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا پہلی اور تیسری روایت ایسی سند کے ذریعے نقل کی گئی ہیں جن میں دو افراد غیر امامی ہیں بنام "نوفلی اور سکونی۔"

ثانیاً: روایات کے صحیح ہونے کی صورت میں یہ روایات قبر بنانے میں اطراف کی مٹی استعمال نہ کرنے پر دلالت کرتی ہیں جس کا ہماری بحث کے موضوع کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے ہمارا موضوع قبور کی تعمیر ہے جو ایسی چیز ہے جس کا قبر میں اضافے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ زائرین سردی اور گرمی سے محفوظ اور سہولت میں رہیں اولیائے الٰہی کی قبور پر تعمیرات انجام دینا ان کی قبر میں اضافے کا باعث نہیں ہے۔

ثالثاً: ان روایات کا متن عثمان ابن مظعون کی تدفین میں رسول اکرم ﷺ کے عمل کے بالکل منافی اور متناقض ہے کیونکہ انہوں نے ابن مظعون کی خاکسپاری کے بعد ایک بڑا سا پتھر اس کی قبر پر نصب کیا تاکہ وہ قبر کی نشانی کے طور پر استعمال ہو اور مسلمانوں کو زیارت کیلئے قبر ڈھونڈنے میں آسانی رہے۔

ابن ماجہ، انس ابن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے عثمان ابن مظعون کی قبر پر علامت کے لئے ایک بڑا پتھر نصب کیا۔ سندی سنن

ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں اس کی قبر پر ایک پتھر کو گاڑ دیا تاکہ پہچان ہو سکے۔ "

سمہودی کتاب " **وفاء الوفاء** " میں لکھتے ہیں جب عثمان ابن مظعون کی تدفین ختم ہو گئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر لائے وہ شخص گیا لیکن وہ پتھر نہ اٹھا سکا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آستین اوپر چڑھائی اور اس پتھر کو اٹھا کر عثمان کی قبر تک لائے اور ان کے سر کی طرف نصب کرتے ہوئے فرمایا میں نے یہ کام اس لئے کیا ہے کہ اپنے بھائی کی قبر کو پہچان سکوں اور اپنے رشتہ داروں کو اس کے ساتھ دفن کر سکوں۔ " (۴۷)

رابعاً: قبر پر ضریح یا صندوق بنانے کا ان روایات سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ضریح کے چاروں پائے قبر سے باہر لگائے جاتے ہیں اور قبر پر اس کا تھوڑا سا بھی بوجھ نہیں پڑتا۔

۲۔ تعمیر قبور سے نہی

مؤلف نے بعض ایسی روایات بیان کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبور کی تعمیر سے منع کیا گیا ہے۔

الف: امام کاظمؑ فرماتے ہیں: "لا يَصْلُحُ البِناءُ عليه و لا الجُلُوسُ و لا تَجصيصُه و لا تَطيينُه" (۴۸)

قبر پر عمارت کی تعمیر، اس پر بیٹھنا، اس پر چاک یا مٹی سے لیپ کرنا، اچھا کام نہیں ہے۔

ب: یونس ابن ظبیان نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداﷺ نے تین چیزوں سے منع کیا ہے،

"أن يُصلّىٰ عَلىٰ قبرٍ" قبر پر نماز ادا کرنا۔

"أو يُقْعَد عليه" یا اس پر بیٹھنا۔

"أو يُبنىٰ عليه" یا اس پر کچھ تعمیر کرنا۔(۴۹)

ج: جراح مدائنی امام صادقؑ سے نقل کرتا ہے : "لا تَبْنوا على القُبورِ و لا تُصوِّروا سُقوفَ الْبيوتِ" (۵۰)

قبور پر کچھ تعمیر مت کرو اور گھروں کی چھتوں پر نقاشی مت کرو۔

روایات کا تجزیہ

ا۔ دوسری روایت ضعیف ہے اس کی سند میں " **زیاد ابن مروان قندی**" اور" **یونس ابن ظبیان** " جیسے افراد کے نام آئے ہیں " کشی" نے زیاد ابن مروان کے بارے میں روایت نقل کی ہے جو اس کی "خباثت " کو بیان کرتی ہے "علامۃ" کا کہنا ہے کہ اس کی روایات میرے لئے قابلِ قبول نہیں ہیں۔

"**نجاشی**" یونس ابن ظبیان کے بارے میں کہتے ہیں: "وہ نہایت درجے کا ضعیف ہے اسکی روایات پر توجہ نہیں دی جاتی کیونکہ آٹھویں امام نے اس پر لعنت بھیجی ہے " کشی " اس کے بارے میں کہتا ہے وہ حدیث میں جھوٹ بولنے میں مشہور شخص ہے۔" (۵۱)

پہلی روایت میں جملہ "**لایصلح** " کراہت پر دلالت کرتا ہے اور تیسری روایت "**لاتبنوا علی القبور** " پہلی روایت کے قرینے کے ساتھ، کراہت پر دلالت کرتی ہے۔

نتیجہ یہ کہ دوسری روایت ضعیف اور پہلی اور تیسری کراہت پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ حرمت (حرام ہونے) پر۔

جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ یہ جاننا ہے کہ کراہت کا مطلب کیا ہے؟

۲۔ روایات کا مطلوب وہ عمومی زمینیں ہیں جن کو لوگوں نے اپنی اموات کے دفن کے لئے معین ہے تو مسلّم ہے کہ ایسی جگہ پر تعمیرات انجام دینے کا حکم اشکال کا حامل ہوگا کیونکہ اگر ہر بااستطاعت فرد اپنی قبور پر تعمیرات بنانے لگ جائے گا تو کچھ عرصہ بعد اموات کی تدفین میں مشکل پیش آنے لگے گی۔ (۵۲)

۳۔ جیسا کہ ان روایات کے مضامین اہل سنت کی کتابوں میں بھی نقل ہوئے ہیں لہٰذا بعض مالکی فقہاء اس حدیث کو ان افراد کے بارے میں سمجھتے ہیں جو اپنے غرور و تکبر کی نمایش کیلئے اپنی اموات کی قبور پر تعمیرات انجام دیتے ہیں۔ (۵۳)

ان تین وجوہات کے علاوہ یہ کہ اولیائے الٰہی کی قبور پر کچھ تعمیر کرنے والی بات ان روایات کے موضوع سے باہر ہے کیونکہ ان کے مقابر یا "موات زمینوں" میں اور یا ان کے اپنے گھروں میں موجود ہیں اور وہاں پر تعمیرات انجام دینے کا مقصد زائرین کیلئے سہولت فراہم کرنا ہے۔

"الفقہ علی المذاھب الاربعہ" کے مؤلف کا کہنا ہے کہ اگر قبر کی تعمیر کا مقصد فخر و مباحات ہو تو یہ کام مکروہ ہے مگر یہ کہ یہ کام ایسی زمین پر انجام دے جو اموات کی تدفین کیلئے آمادہ کی گئی ہو یا وہ زمین جو وقف کی گئی ہو اس صورت

میں یہ کام جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح دوسروں کیلئے جگہ تنگ ہو جائے گی۔ (۵۴)

قرآن و سنت اور فقہاء کی نظر سے جو کچھ اولیاء اور انبیاء کی قبور کے بارے میں بیان ہوا اس کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے " ان روایات کا موضوع عام اور معمولی انسانوں کی قبور میں کہ جن کے آثار کی حفاظت نہ صرف کوئی فائدہ نہیں رکھتی بلکہ بعض اوقات دوسروں کیلئے مزاحمت اور فخر و مباحات کا سبب بھی بن سکتی ہے لیکن انبیاء اور اولیاء کی قبور کی حفاظت ان کے بالکل برعکس ہے نتیجۃً یہ کہ یہ روایات ان (قبورِانبیاءاور اولیاء)کے اوپر دلالت نہیں کرتیں۔ (۵۵)

۳۔ قبر پر کھریا، یا مٹی تزئین کرنا

بعض روایات کے مطابق قبور پر مٹی اور چاک سے کام کرنا ٹھیک نہیں ہے اس کے بارے میں صرف ایک روایت نقل ہوئی ہے جس کا ذکر "دوسرے گروہ" کے "پہلے نمبر" میں بیان ہو چکا ہے۔ اور "نھایۃ" میں شیخ طوسی اور عمادالدین طوسی نے اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہے۔ (۵۶)

روایت کا تجزیہ

اولاً: لفظ "لایصلح" کراہت کے معنی کو بیان کرتا ہے۔

ثانیاً: کلینی، یونس ابن صحیح کے بقول ایک صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جب مدینہ میں امام کاظمؑ کے فرزندوں میں سے ایک فرد نے وفات پائی تو

حضرت نے حکم دیا کہ اس کی قبر پر چاک سے کام کیا جائے اور ایک پتھر پر اس کا نام لکھ کر اس کی قبر پر نصب کر دیا جائے۔ (۵۷)

ثالثاً: سب فقہائے اسلام کسی بھی استثناء کے بغیر اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ قبر کو چار کھلی ہوئی انگلیوں یا ایک بالشت کے برابر زمین سے اونچا بنانا مستحب ہے اب سوال یہ ہے کہ جب تک قبر کو مٹی اور چاک سے نہ لیپا جائے تو کچھ عرصے بعد وہ بارشوں یا ہواؤں کے سبب خراب ہو جاتی ہے اور زمین کے ساتھ مل جاتی ہے قبر کی حفاظت اس صورت میں ممکن ہے کہ کسی فطری علّت کے سبب خاک کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے جڑ جائیں اور یہ کام مٹی یا چاک کے لیپ یا اس جیسے کسی اور کام کے بغیر نا ممکن ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت قبر کی اندرونی حالت پر دلالت کرتی ہے یہ کہ قبر اندر سے اپنی طبیعی حالت پر باقی رہے نہ بیرونی حالت پر۔

۴۔ قبر کی بلندی، چار انگشت یا ایک بالشت کے برابر

آئمہ طاہرین سے بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جن کے مطابق قبر کو چار کھلی انگلیوں یا ایک بالشت کی اونچائی یا اس سے تھوڑا سا اور اونچا رکھنا مستحب قرار دیا گیا ہے ان روایات کو شیخ حر عاملی نے کتاب **"وسائل الشیعہ"** کے باب اکتیس **(ابواب دفن)** میں نقل کیا ہے ان روایات کی تعداد گیارہ ہے تمام تر روایات میں صرف یہی ذکر ہوا ہے کہ قبر کو زمین کی سطح سے چار انگلیوں یا ایک بالشت کے برابر اونچا ہونا چاہیئے اور ہر گز اس مقدار سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔

مثال کے طور پر محمد ابن مسلم، امام محمد باقرؑ سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"ويُرفعُ القبرُ فوقَ الأرضِ أربعَ أصابعَ"(۵۸)اور قبر زمین کی سطح سے چار انگلیوں کے برابر اونچی رکھی جاتی ہے۔ باقی کی تمام تر روایات کا موضوع بھی یہی ہے اور اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ قبر کو چار انگلیوں جتنا بلند ہونا چاہئے لیکن اس سے زیادہ بلندی کی نفی کی گئی ہے بلکہ قبر کی پہچان یا اس کو پاؤں کے نیچے روندے جانے سے بچانے کیلئے ہی چار انگلیوں یا ایک بالشت جتنی بلندی بیان ہوئی ہے۔

فقط ایک روایت جو حضرت موسی ابن جعفرؑ سے نقل ہوئی ہے اس کے مطابق حضرت نے فرمایا: "جب مجھے دفنا دیا جائے تو میری قبر کو چار انگلیوں سے زیادہ اونچا مت بنانا۔

"اس بات میں پنہان مطلب بہت واضح ہے اور وہ کہ اگر حضرت کی قبر کی بلندی اس مقدار سے زیادہ رکھی جاتی تو وہ ان کے دشمنوں کے تعصب کو بڑھانے کا سبب بنتی اور ہارون عباسی اور جیسے دوسرے افراد کبھی بھی آسانی سے اس بات کو قبول نہ کرتے کیا معلوم ان کی توہین کرنے پر اتر آتے لہٰذا حضرت نے اس سے زیادہ بلندی کی اجازت نہ دی اور مقدار کو مستحب قرار دیا۔

۵۔ قبور کو ہموار کرنا

شیخ کلینیؒ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

" بَعَثَني رسولُ اللهِ إلى المدينةِ فقالَ لا تَدَعْ صورةً إلاّ مَحَوْتَها و لا قبراً إلاّ سَوَّيْتَه و لا كَلْباً إلاّ قَتَلْتَهُ" (۵۹)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تین کام دینے کیلئے مدینہ بھیجا (کہ) ہر طرح کی تصویر کو نابود کردوں ہر قبر کو ہموار کردوں اور ہر کتے کو مار ڈالوں۔

مؤلف نے اس روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے جسے اہل سنت نے بھی بیان کیا ہے قبور کے تعمیر کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے سن ۱۳۴۴ ہجری میں جب مدینہ پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا تو وقت کے قاضی ابنِ بلیھد نے اسی حدیث کے بہانے سب گذشتگان کے آثار کو خاک کے ساتھ یکسان کردیا اور صرف مرقد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے مسلمانوں سے ڈر کے سبب بچا رہا۔

آنے والی وضاحت سے معلوم ہوگا کہ یہ روایت کسی بھی اس چیز پر جو وہ چاہتے ہیں دلالت نہیں کرتی۔

اولاً: حدیث کا متن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کسی قطعی تاریخ کے ساتھ سازگار نہیں ہے کیونکہ یہ جاننا پڑے گا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ان تین کاموں کی ادائیگی کیلئے کس سال مدینہ بھیجا۔ کیا قبل از ہجرت یا ہجرت کے بعد -----؟

پہلا احتمال قطعاً غلط ہے کیونکہ ہجرت سے قبل حضرت علیؑ مکہ سے خارج ہی نہیں ہوئے چہ جائیکہ ان تین کاموں کی ادائیگی کیلئے مدینہ گئے ہوں دوسرا یہ کہ مدینہ پر مشرکین کا اسقدر غلبہ تھا کہ اس کام کا انجام دینا ممکن نہیں تھا۔

دوسرا احتمال اس سے بھی زیادہ غلط ہے اور وہ اس لئے کے اوس وخزرج کے ایمان لانے کے بعد بت یا اس جیسی کوئی چیز مدینہ والوں کے درمیان موجود ہی نہیں تھی کہ جس کو توڑنے کا حضرت علی کو حکم ملا ہو۔ (٦٠)

ثانیاً: لفظ " سویّتہ " عربی میں دو صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

الف: سوّیتہ: ۔ایک مفعول کی صورت میں۔

ب: سوّیتہ ھذا بھذا: دو مفعولوں کی صورت میں۔

اگر پہلی صورت میں استعمال ہو تو لفظ "**تسویہ**" خود اس چیز کی صفت کے طور پر استعمال ہو گا جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

"فَإِذا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فيهِ مِنْ رُوْحی فَقَعُوا لَهُ ساجِدينَ" (٦١)

پھر جب میں اس کی تخلیق کو مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ۔

اس آیت میں "**تسویہ**" کامل کرنے اور انسان کی خلقت کو تمام کرنے کے معنی میں ذکر ہوا ہے لیکن اگر دوسری صورت میں استعمال ہو تو اپنی صفت کے طور پر استعمال نہیں ہو گا بلکہ دوسری چیز کے لئے صفت کے طور پر استعمال ہو گا۔

مثلاً: انسان دو لکڑیوں یا دھاگوں کو ایک طرح رکھے تو کہتا ہے: "سوّیت ھذا بھذا"

قرآن مجید مشرکوں کی زبان سے نقل کرتا ہے کہ قیامت کے دن بتوں کی پرستش کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو سرزنش کریں گے اور کہیں گے۔

"إذ نُسوّيكُمْ بِرَبِّ الْعالَمين" (٦٢)

جب (ہم) تم کو رب العالمین کے برابر قرار دے رہے تھے۔

جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے مطابق یہ حدیث "**پہلی صورت**" کے مطابق نازل ہوئی ہے لہٰذا "تسویہ" خود قبر کی صفت ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ قبر کی سطح کو ہموار اور مسطح قرار دو یعنی اونچی نیچی نہ ہو یہ "**تسنیم**" کے برعکس ہے یعنی قبر کی

شکل مچھلی کی کمر یا اونٹ کی کوہان جیسی ہو لہٰذا شیعہ فقہاء کہتے ہیں کہ قبر کا ہموار اور مسطح ہونا مستحب ہے (نہ کسی اور شکل کا ہونا)۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ذکر ہوئی ہے اور صحیح مسلم کے شارحین نے بھی اس کی وہی وضاحت پیش کی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

صحیح مسلم کا مشہور شارح "نوی" اس حدیث کی تفسیر یوں کرتے ہیں: سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ اونچی نہ ہو اور اونٹ کی کوہان جیسی نہ ہو بلکہ ایک بالشت جتنی اونچائی رکھتی ہو اور اس کی سطح ہموار ہو۔ (٦٣)

ابن حجر قسطلانی کتاب "ارشاد الساری بشرح صحیح البخاری" میں حدیث کی وضاحت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: "قبر کے لئے سنت یہ ہے کہ "**تسطیح**" (**یعنی مسطح اور ہموار**) ہو اور ہمیں کبھی بھی سنت کو اس وجہ سے کہ "**تسطیح**" رافضیوں کا شیوہ ہے، ترک نہیں کرنا چاہئے۔ (٦٤)

٦۔ قبر کی تجدید

اصبغ ابن نباتہ نے امیر المومنین علیؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"مَن جَدَّدَ قَبراً أو مَثّلَ مِثالاً فقَد خَرَجَ عَن رِبقةِ الإسلامِ"(٦٥) جو شخص بھی قبر کو دوبارہ سے بنائے (اس کی تجدید کرے) یا اس پر تصویر بنائے تو وہ آئین اسلام سے خارج ہو گیا۔

مؤلف نے اس حدیث کو قبور کی تعمیر کے حرام ہونے پر ایک دلیل کے طور پر بیان کیا ہے جب کہ اس روایت کا ہماری اس بحث کے موضوع سے کوئی ربط نہیں ہے کیونکہ اولاً: یہ روایت سند کے لحاظ سے بہت ضعیف ہے وہ بھی دو افراد کی خاطر: ١۔ محمد ابن سنان۔ ٢۔ ابی الجارود۔

ثانیاً: اس حدیث کا متن صحیح مسلم کے اصولوں سے تناقض رکھتا ہے کیونکر قبور کی تجدید یا ان پر کسی حیوان کی تصویر اسلام کے آئین سے خروج کا سب ہے؟

ثالثاً: یہ حدیث چار شکلوں میں بیان ہوئی ہے لہٰذا معلوم نہیں ہے کہ وہ قول جو امام سے نقل ہوا ہے ان میں سے کسی صورت کا حامل تھا۔

الف: جدّد قبراً: قبر کی تجدید کرے۔

ب: حدّد قبراً: قبر کو تیز کرے۔

ج: جدث قبراً: کسی کو کسی دوسرے کی قبر میں دفن کرے۔

د: خدّد قبراً: قبر کو کھول دے۔ (٦٦)

حدیث کی ان چار صورتوں کی موجودگی میں اس حدیث سے استدلال کرنا کس طرح ممکن ہے؟

یہاں تک کہ ہم قبور کی تعمیر پر مؤلف کے دلائل سے آشنا ہو چکے ہیں اور یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مؤلف اور اس کے اساتید سب ابن تیمیہ اور محمد ابن عبد الوہاب کے مکتب کے ہی نیم حکیم ہیں اور یہ اگر وہ جلد بازی اور بچکانہ قضاوت کے مرتکب نہ ہوئے ہوتے تو کبھی بھی ان روایات کے ساتھ انبیاء کے بیوت اور مدفن کے احترام پر تاکید پر موجود قاطع دلائل کا سامنا نہ کرتے۔

اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس کے دوسرے دعوے یعنی زیارات کے ساتھ مساجد کی تعمیر کے حرام ہونے کا جائزہ لیں۔

تیسرا باب

مقامات مقدسہ کے ساتھ مساجد کی تعمیر

"**مسجد**" موحدین کی عبادت گاہ ہے جہاں وہ یکتا باری تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کرتے ہیں پرانے زمانوں سے توحید پرست افراد اولیائے الہیٰ کے مراقد سے تبرک حاصل کرنے کیلیئے ان کے مزاروں کے ساتھ مساجد تعمیر کیا کرتے تھے اور ان میں عبادت بجالاتے تھے اولیاء کے مراقد کے ساتھ مساجد کی تعمیر کا مقصد سوائے ان کے مقدس وجود سے متبرک ہونے کے اور کچھ نہیں تھا۔ وہ مسجد میں خدا ہی کی عبادت کیا کرتے تھے اور اسی قبلہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے جو شریعت میں بیان ہوا ہے وہ مسجد کی زمین پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ہر گز قبر کو قبلہ یا سجدہ گاہ نہیں بناتے تھے اور نہ ہی صاحب قبر کی پرستش کرتے تھے اس بات کا تصور کہ مرقد ان کا "الف: "**قبلہ**" ب: "**سجدہ گاہ**" ج: صاحب قبر ان کا معبود تھا، ایسے احتمالات ہیں کہ جن کی کوئی اساس نہیں ہے بلکہ اس بات کا مقصد صرف ان مزاروں سے متبرک ہونا تھا۔ اولیائے الہٰی سے تبرک حاصل کرنا ابھی ہماری بحث کا موضوع نہیں ہے۔

(یہ بات مستند ہے کہ) سب مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آب وضو، ان کے بالوں اور حتیٰ ان کے آدھے کھائے کو تبرک کے طور پر لیتے تھے۔

اب ہم طول تاریخ میں موحدین کے افعال کو بیان کرتے ہیں:

۱۔ اصحاب کہف کے مرقد پر مسجد کی تعمیر

جب اصحاب کہف کے مزار سے ابہام کا پردہ اٹھا اور تین سو اور کچھ سال بعد دوبارہ آئین مسیح نے شرک پر غلبہ پالیا اور ان کی جگہ (غار) سب پر آشکار ہو گئی تو لوگ ان کے مرقد کے گرد جمع ہو گئے تاکہ ان عالی مقام افراد کے ساتھ جنہوں نے دین کی حفاظت کی خاطر غار میں پناہ لی، قدر دانی کا اظہار کریں اس وقت مرقد کے پاس موجود لوگ دو دستوں میں تقسیم ہو گئے۔

الف: ایک وہ گروہ تھا جو ظاہری طور پر موحدین اور عیسائیوں کی فہرست میں شامل نہیں تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ ان کی قبور پر کوئی یادگار نصب کی جائے۔

"فَقالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْياناً رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ" (۶۸)

انہوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت تعمیر کرو، اللہ ہی ان سے خوب واقف ہے۔

ب: دوسرا گروہ موحدین کا تھا انہوں نے کہا کہ ان کے مدفن کے ساتھ مسجد بنائی جائے۔

"وَقالَ الَّذينَ غَلَبُوا عَلىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنّ عَلَيْهِمْ مَسْجِداً۔" (۶۹)

جن مومنین کی رائے غالب رہی انہوں نے کہا کہ ہم تو ان (کے غار) پر ایک مسجد بنائیں گے۔

ان دونوں آراء کا قرآن میں ذکر ہونا وہ بھی مثبت انداز میں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں آراء پر خدا راضی تھا خاص طور پر دوسری رائے جس کا آغاز ایک واضح جملے سے ہوتا ہے وہ پہلے گروہ کے مقابلے میں جو یہ کہتے تھے۔

"رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ"

"وَقالَ الَّذينَ غَلَبُوا عَلىٰ أَمْرِهِمْ" جن مومنین کی رائے غالب رہی انہوں نے کہا،

لہٰذا گذشتہ اولیائے الٰہی کے مزار کے ساتھ مساجد کی تعمیر ایک فطری امر ہونے کے علاوہ گزشتہ الٰہی شرائع کے بھی موردِ تائید واقع ہوئی ہے۔

البانی نامی ایک وہابی محدث نے جلد قضاوت کرتے ہوئے اس آیت کی "مساجد کی تعمیر کے جائز ہونے" پر دلالت کو خدشہ دار کرنے کے لئے ایک مسئلہ اٹھایا ہے۔ ان کے مطابق۔

"وَقالَ الَّذينَ غَلَبُوا عَلى أمْرِهِمْ"

اس قوم کے امراء اور غالب افراد تھے اور معلوم نہیں وہ لوگ مومن اور صالح افراد تھے یا نہیں۔ (۷۰)

لیکن (ہم کہتے ہیں) البانی دو مطالب سے غافل ہیں۔

جملہ "غَلَبُوا عَلى أَمْرِهِمْ" میں موجود ضمیر "عَلى أَمْرِهِمْ" کی شہادت کے مطابق جو اصحاب کہف کی طرف پلٹی ہے اس جملے سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جو اصحاب کہف کے راز سے واقف ہو چکے تھے، پہلے گروہ کے مقابلے میں جنہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا:

"رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ" لہٰذا وہ افراد جنہوں نے یہ مشورہ دیا اعلیٰ انسان تھے جو ان **(اصحاب کہف)** کے راز سے آگاہی رکھتے تھے نہ صاحبان قدرت۔

بالفرض کیا "غَلَبُوا عَلى أَمْرِهِمْ" سے مراد وہ لوگ ہیں جو غالب آئے اور فتح مند ہوئے یہاں پر مقصود دینی غلبہ ہے نہ کہ فوجہ غلبہ۔ کیونکہ طبری اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جب اصحاب کہف تین سو اور کچھ سال بعد نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے گروہ میں سے ایک شخص کا انتخاب کیا کہ وہ شہر جائے اور غذا لے کر آئے جب اس شخص نے غار سے باہر قدم رکھا تو ہر چیز میں تبدیلی کا مشاہدہ کیا وہ دیوار سے تکیہ کیے ارد گرد دیکھ رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کل تک تو اس شہر میں جو بھی عیسیٰؑ کا نام لیتا تھا اسے مار دیا جاتا تھا لیکن آج ہر جگہ عیسیٰؑ کا نام لیا جا رہا ہے پھر اس نے کہا شاید یہ وہ شہر نہیں ہے جو میں نے دیکھا ہے تاریخ کا یہ ٹکڑا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مشورہ دینے والا گروہ وہ موّحد افراد تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے آئین کو انتخاب کیا تھا اور اگر "غَلَبُوا عَلى أَمْرِهِمْ" سے مراد غلبہ اور فتح ہی ہو تو اس کا مقصود دینی نقطۂ نظر سے غلبہ ہے اور دین اور آئین کا رائج ہونا مراد ہے۔ (۱۷)

۲۔ مسجد النبی کے اندر مرقدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اس وقت آپ کا گھر مسجد کا حصہ نہ تھا اور آپ صحابہ کے اتفاق سے اپنے ہی گھر میں سپرد خاک کئے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں دفنائے جانے کے بعد ان کی زوجہ عایشہ سالہا سال اس

گھر میں نماز پڑھا کرتی تھیں (۷۲) اور صحابہ میں سے کسی ایک بھی شخص نے ان پر اعتراض نہیں کیا کہ آپ قبر کے پاس کیوں نماز پڑھتی ہیں؟

جب سنہ ۸۸ میں ولید ابن عبدالملک کی خلافت کے دوران مسجد رسول اللہ کو وسیع کیا گیا تو مدینہ کے فرمانروا عمر بن عبدالعزیز نے ولید کے حکم سے ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے کمرے جو مسجد کی دیوار کے ساتھ بنائے گئے تھے گرا دیئے اور ان کو مسجد کا حصہ بنا دیا جس کے نتیجے میں قبر مبارکِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے اندر آ گئی اس عمل پر ہرگز نہ تابعین اور نہ فقہائے مدینہ کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا سب سے بڑی بات کہ حضرت امام سجادؑ نے بھی اس عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

یہ عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ اولیائے خدا کے مزار کے ساتھ مساجد کی تعمیر اور تبرک کے عنوان سے ان میں نماز کی ادائیگی کسی قسم کی مشکل نہیں رکھتی اس زمانے سے آج تک جب کہ تیرہ صدیاں ہو چکی ہیں وھابیوں سمیت دنیا کے سارے مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کے ارد گرد نماز ادا کرتے ہیں اور کوئی بھی اس بات پر اعتراض نہیں کرتا۔

ہاں اس زمانے میں اس عمل پر ایک فقیہ سعید ابن مسیّب نے اعتراض کیا تھا (۷۳) لیکن تاریخ میں اس کے اس اعتراض کا سبب بیان نہیں ہوا یوں لگتا ہے کہ ازواج پیغمبر کے حجرے ان کے مالکین کی اجازت کے بغیر گرا دیے گئے تھے جس کی وجہ سے سعید ابن مسیّب نے اعتراض کیا۔

ایک اور احتمال یہ ہے کہ اس کی **(ابن مسیّب)** نظر میں چونکہ یہ حجرے کسی بھی گناہ سے پاک تھے اس لئے یونہی باقی رکھے جانے چاہئے تھے تاکہ آیندہ آنے والی نسلوں کے لئے سبق آموز ہوتے اور اگر یہ دونوں اہداف پورے ہو جاتے تو ہر گز حضرت عایشہ کے حجرے کو گرائے جانے اور مرقد رسول خداؐ کو مسجد کا حصہ بنانے پر مخالفت عمل میں نہ آتی۔

اس تمام عرصے میں بڑے بڑے فقہا جیسا کہ چار بڑے اماموں (شافعی، حنبل، ۔۔۔) بھی اس مسجد میں نماز ادا کرتے رہے ہیں اور امامت کا عہدہ سنبھالے رکھا ہے ان میں سے کسی نے بھی کوئی تنقید یا اعتراض نہیں کیا۔

۳۔ قبور کے نزدیک مساجد اور ان میں نماز پڑھنے کا حکم

نہ صرف قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے اندر موجود ہے بلکہ تاریخ ایسی بے شمار مساجد کی گواہی دیتی ہے جو عظیم الشان انسانوں کے مزاروں کے ساتھ تعمیر کی گئی ہیں اب ہم ان میں سے بعض مساجد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر کی جگہ بعد میں مسجد میں تبدیل ہو گئی۔ جب حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے وفات پائی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع کی طرف آئے اور وہاں ان کے لئے ایک قبر تیار کی اس قبر کی جگہ وہی مسجد قائم ہے جسے قبر فاطمہ کہا جاتا ہے۔ (۷۴)

حضرت حمزہ کی قبر کے ساتھ ایک مسجد موجود ہے جو مصعب ابن عمیر اور عبداللہ ابن جحش کی قبور پر بنائی گئی ہے (۷۵) اگر واقعاً شہداء کے مزار کے ساتھ

قبور کی تعمیر ایک مزمت آمیز کام تھا تو اصحاب اور تابعین نے اسلام کے درخشان ترین دور میں یہ کام کیونکر انجام دیا؟

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم بیٹی جو دنیا کی تمام تر خواتین کی سردار ہیں وہ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت کے لئے جایا کرتیں ان پر گریہ کرتیں اور ان کی قبر کے ساتھ نماز ادا کیا کرتی تھیں۔ (۷۶) دراصل قبر کے مراکز میں نماز کی ادائیگی ایک فطری امر ہے جو انسان کے فطری میلان کے مطابق ہے اس کے علاوہ خدا کی رضا کے مطابق بھی ہے۔

سیوطی کتاب **"خصایص"** میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے بارے میں کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات **"طیبہ"**، **"طور سینا"** اور **"بیت اللحم"** جیسے مراکز پر اترے اور ان سب جگہوں پر نماز ادا کی پھر جبرائیل نے ان سے کہا **"طیبہ"** وہ جگہ ہے جہاں آپ ہجرت کریں گے اور **"طور سینا"** حضرت موسیٰؑ کی خدائے متعال سے گفتگو کی جگہ ہے اور **"بیت اللحم"** حضرت عیسیٰؑ کی زادگاہ ہے ان جگہوں پر نماز ادا کی۔ (۷۷)

سوال: زچہ خانہ اور مدفن میں کیا فرق ہے؟

۴۔ آئمہؑ کی نظر میں حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کے حرم میں نماز ادا کرنے کا حکم

اہل تشیع کے معصوم پیشوا، متبرکہ اماکن میں نماز ادا کرنے پر تاکید کرتے تھے ذیل میں کچھ روایات پیش ہیں۔

مفید اپنی سند کے ساتھ ابن عمیر اور وہ ایک واسطہ سے حضرت امام محمد باقرؑ سے نقل کرتا ہے کہ:

"إنّ الصَّلاةَ الفريضةَ عِندَ قبرِ الْحُسينِ تَعْدِلُ عُمرةً" (۷۸)

امام حسینؑ کی قبر کے پاس ایک واجب نماز کی ادائیگی عمرہ کا ثواب رکھتی ہے۔

مفید اپنی سند کے ساتھ ابی علی حرانی سے اور وہ حضرت امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"جو شخص بھی قبر حسینؑ کی زیارت کے لئے جائے اور وہاں دو یا چار رکعت نماز بجالائے تو اس کی جزاء ایک حج اور عمرے کا ثواب ہے۔" (۷۹)

اور یہی اجر اس شخص کے لئے بھی ہے جو واجب الاطاعہ امام (جس کی اطاعت واجب ہو) کی زیارت کو جائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرے۔ (۸۰)

مفید اپنی سند کے ساتھ شعیب عقر قوقی سے اور وہ حضرت امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جو شخص بھی حضرت امام حسینؑ کی قبر کے ساتھ نماز ادا کرے خدا اس کی نماز کو قبول کرتا ہے اور اگر دعا کرے تو بھی جلد یا بدیر موردِ قبول واقع ہوتی ہے۔" (۸۰) پھر وہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں آئمہ کی روایات بہت زیادہ ہیں ہم اسی مقدار پر اکتفا کریں گے۔

مرحوم ابن قولیہ (متوفی ۳۶۸) کتاب "کامل الزیارات" میں امام حسینؑ کے حرم میں نماز کے باب میں آپؑ کے حرم میں نماز کی فضیلت کے بارے میں چھ (۶) روایات بیان کرتے ہیں جن کا نقلِ قول طوالت کا سبب ہے۔ ان تمام تر روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے پتا چلتا ہے کہ بزرگان دین کی قبروں کے پاس نماز

ادا کرنا نہ صرف ممنوع نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

خودغرض اور مفاد پرست افراد کی روایات

اہل بیت علیہم السلام اور خاندان رسالت کے حرم میں نماز کا صحیح ہونا اہل تشیع کا اجماع ہے۔ شہید اول کہتے ہیں: "امامیہ علماء دو موارد میں اتفاق نظر رکھتے ہیں۔

آئمہ کی قبور کی تعمیر اور ان کے مزاروں میں نماز ادا کرنا (۸۲)

اس کے باوجود **"فقہ المزار"** کے مؤلف نے آئمہ کی نگاہ میں زیارت (کا حکم) کے نام سے چند روایات کا ذکر کیا ہے اب ہم ان روایات کا جائزہ لیں گے۔

صدوق بغیر سند کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا تَتَّخِذُوا قَبري قِبلةً و لا مسجِداً فإنّ اللهَ لَعَنَ اليهودَ حيثُ اتَّخذوا قُبورَ أنبيائِهم مَساجِدَ۔" (۸۳)

میری قبر کو قبلہ اور مسجد مت بناؤ خدا لعنت کرے یھود کو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد قرار دیا" یہ حدیث دو چیزوں سے منع کرتی ہے۔

الف: کعبہ کی جگہ قبر کی جانب نماز ادا کرنا

ب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو مسجد سمجھا جائے۔

یہاں پر چاہئے کہ پہلے جملے کے ذریعے دوسرے جملے کا ابہام بر طرف کیا جائے۔ پہلا جملہ کہ ان کی قبر نماز گذار کیلئے قبلہ کی حیثیت اختیار کرے، مسلّماً اسلامی آئین کے خلاف ہے۔

دوسرے جملے میں پہلے جملے کے قرینے کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر سجدہ گاہ قرار دی جائے یعنی نماز گذار اپنی پیشانی کو اس کی مقدس قبر پر رکھتا ہے ہر چند اس کی تعظیم کے عنوان سے۔

اس صورت میں حدیث، متبرکہ مزاروں میں نماز کی ادائیگی والے موضوع کے ساتھ کوئی ارتباط نہیں رکھتی کیونکہ اس مسئلہ میں نہ کوئی مرقد کو قبلہ کی حیثیت دیتا ہے اور نہ ہی تعظیم کے عنوان سے قبر پر سجدہ کرتا ہے بلکہ نماز قبلہ کی سمت ادا کی جاتی ہے اور پیشانی کو زمین پر رکھا جاتا ہے۔

۲۔ شیخ طوسی امام رضاؑ سے نقل کرتے ہیں۔

"لا بأسَ بالصلاةِ بینَ المقابِرَ ما لَم یُتَّخَذَ القبرُ قِبلةً" (۸۴)

قبور کے درمیان نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے بشرط کہ قبر کو قبلہ قرار نہ دیا جائے۔

آخری جملے میں دو احتمال پائے جاتے ہیں:

الف: واقعاً قبر کو قبلہ قرار دیا جائے۔ اس صورت میں یہ کام بدعت و تشریع اور حرام ہے۔

ب: قبر اس کے (نماز گزار) سامنے قرار ہو۔ اس صورت میں کراہت پائی جاتی ہے (اور حرام نہیں ہے) کیونکہ تمام تر مسلمین جہاں مسجد النبیؐ کے ایک حصے "صفّہ" میں نماز ادا کرتے ہیں جس کے روبرو قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہے۔ اس کے علاوہ دو اور موارد کی طرف آپ قارئین محترم کی توجہ مبذول کراتے ہیں:

مذکورہ روایت عمومی قبرستانوں سے متعلق ہے جہاں عام لوگ دفن ہیں نہ متبرکہ مزاروں اور پاکیزہ مراقد سے کہ جہاں قبر کا روبرو ہونا مکروہ نہیں ہے۔ (۸۵)

مذکورہ روایات میں سے بعض ضعیف ہیں اور سب کی سب روایات خبر واحد ہیں جس کی وجہ سے ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا خاص طور پر ایسے مضبوط دلائل کے مقابلے میں جو ان مقامات مقدسہ میں نماز کی ادائیگی پر تاکید کرتے ہیں۔

امامیہ فقہاء خاص طور پر **"صاحب جواہر"** اسلام کے عظیم افراد کے روضوں کی تعمیر اور ان میں نماز کی ادائیگی کے بارے میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں جن کا یہاں نقل قول طوالت کے سبب ممکن نہیں ہے۔ (۸۶)

آخر میں دوبارہ یاد دھانی کراتے ہیں کہ ان دونوں مسئلوں کا (قبور کی تعمیر اور اولیائے الٰہی کی قبروں کے ساتھ مسجد کی تعمیر) شیعہ روایت کی نظر سے جائزہ پیش کیا گیا ہے کیونکہ مؤلف نے اس طریقے سے اپنے عقاید کو شیعہ روایات کے ساتھ ہم پلّہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس موضوع کے بارے میں اہل سنت کی روایات کا جائزہ لینا اس کتابچے کے مقصد سے خارج ہے لہٰذا ہم نے بھی اس بارے میں کچھ بیان نہیں کیا جو اس بات کا شوق رکھتے ہوں وہ درج ذیل کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۱ - آئین وہابیت

۲ - وہابیت، مبانی فکری وکارنامہ عملی (فارسی)

چوتھا باب

اپنے عزیز و اقارب کے فراق میں سوگواری

اپنے عزیزوں کے فراق میں محزون اور غم گین ہونا ایک فطری عمل ہے اور یہ چیز ہر معاشرے میں نظر آتی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے عزیز بیٹے ابراہیم کی موت پر گریہ کیا اور فرمایا:

"تبكِى العينُ و يَحزَنُ القلبُ و لا نقولُ ما يُسْخِطُ الرّبَّ و لو لا أنّه حقٌّ و وعدُ صدقٍ و أنّها سبيلٌ مأتيةٌ لَحَزَنّا عليكَ حُزناً شَديداً أشدَّ مِن هذا۔"(۸۷)

آنکھ رورہی ہے اور دل غم سے بھرا ہے لیکن میں وہ (کلمہ) زبان پر نہیں لاؤں گا جو خدا کو ناراض کرے اور اگر یہ نہ ہوتا کہ موت حق اور سچا وعدہ ہے اور وہ راستہ ہے جس پر سب کو جانا ہے تو تمہارا دکھ اس سے کہیں زیادہ گہرا ہوتا۔ جب عثمان ابن مظعون نے وفات پائی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بدن پر بوسہ لیا اور اتنا گریہ کیا کہ آپ کے اشک رخسار مبارک پر جاری ہوگئے۔(۸۸)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؑ اپنے والد محترم کی پاکیزہ تربت کے ساتھ کھڑی ہوئیں وہاں سے ایک مٹھی خاک اٹھائی، اس کو سونگھا اور اپنی اشکبار آنکھوں سے لگا کر یہ دوبیت کہے:

ماذا علىٰ مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أحْمَدَ   أن لا يَشُمَّ مَدَى الزّمانِ غَوالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصائِبُ لَوْ أنّها   صُبَّتْ عَلَى الأيّامِ صِرْنَ لَيالِيا

(وہ شخص جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک تربت (کی خوشبو) کو سونگھ لے اسے کیاپرواہ کہ آخر عمر تک کوئی (اور) خوشبو نہ سونگھ پائے)

(مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں جو (روشن) دنوں پر پڑتیں تو وہ (تاریک) راتوں میں تبدیل ہو جاتے)

اپنے اقارب پر گریہ کرنا صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذی القربیٰ کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے بلکہ بے شمار اصحاب اور تابعین نے اپنے عزیزو اقارب کے فراق میں گریہ کیا ہے جن کا نقل قول طوالت کا سبب ہے۔ (۸۹)

جب ابراہیم کی وفات کے بعد عبدالرحمٰن ابن عوف نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گریہ پر اعتراض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرا رونا میری عطوفت اور رحمت کے سبب ہے اور جو شخص رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" (۹۰) اپنے عزیز و اقارب کی موت پر رونا صبر کے منافی نہیں ہے۔ حضرت یعقوبؑ جو ہر گناہ اور خطا سے پاک تھے حضرت یوسفؑ کے فراق میں صبر کے باوجود چالیس سال روتے رہے، انہوں نے فرمایا "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَ اللهُ الْمُسْتَعانُ عَلىٰ ماتَصِفُونَ" (۹۱) میں صبر کرتا ہوں جو اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے اس کے مقابلے میں جو تم بیان کرتے ہو۔

جبکہ قرآن ان کے بارے میں فرماتا ہے:

"وَ ابْيَضَّتْ عَيْناهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ" (۹۲) ان کی آنکھیں غم واندوہ (گریہ) سے سفید ہو گئیں لیکن انہوں نے اپنے غصّہ کو پی لیا۔

حتّی کہ اسلام نے کسی شخص کے لئے اپنے باپ کی موت پر مصیبت کے سنگین ہونے کی وجہ سے گریبان چاک کرنے کی بھی اجازت دی ہے جب امام ہادیؑ نے شہادت پائی تو ان کے فرزند امام حسن عسکریؑ نے اپنا گریبان چاک کر دیا۔ جب حضرت پر اعتراض ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم خدا کے حکم سے آگاہ نہیں ہو موسیٰ ابن عمران نے ہارون کی موت پر اپنا گریبان چاک کر دیا تھا۔ (۹۳)

یہ بات ٹھیک ہے کہ عزیز واقارب کی موت پر نالہ وفغان نہیں کرنا چاہیئے اسی طرح گریبان چاک نہیں کرنا چاہیئے (۹۴) لیکن بعض اوقات مصیبت اس قدر گران اور بھاری ہوتی ہے کہ وہ انسان سے تاب وتوان چھین لیتی ہے اس سلسلے میں اسلام بطور استثناء اجازت دیتا ہے۔

عزیز واقارب کی موت پر سوگواری

ابھی تک ہم نے ذاتی گریہ پر بات کی لیکن بعض اوقات ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ متوفی شخص کے لئے ایک مجلس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس عزیز پر گریہ اور سوگواری کی جاتی ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد سے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے سنا کہ انصار کی عورتیں اپنے شہداء پر گریہ کر رہی ہیں آپؐ نے فرمایا:

"حمزہؓ پر کوئی رونے والا اور عزادار نہیں ہے"

انصار نے آپؐ کا یہ جملہ سننے کے بعد اپنی خواتین سے کہا " جو بھی اپنے شہید پر رونا چاہے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حمزہ پر روئے "۔

مؤلف مجمع الزوائد کے بقول یہ رسم ابھی تک جاری ہے اور لوگ کسی بھی مردے پر رونے سے پہلے حضرت حمزہ پر گریہ کرتے ہیں۔ (۹۵)

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے لئے عزاداری

وہابی مؤلفین محرم کے ایّام میں لاکھوں کی تعداد میں موجود اہل تشیع کی عزاداری کو نشانہ بناتے ہوئے اس پر اعتراض کرتے ہیں اس اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نظر میں اہل تشیع مختلف صورتوں میں عزاداری کے مراسم برپا کرکے خلفاء اور گزشتہ افراد کی تاریخ پر سوال اٹھاتے ہیں اور ان کو اہل بیت اور ان کے فرزندوں کے دشمن کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں لہٰذا اس طریقے سے وہ (وہابی) کوشش کرتے ہیں کہ اس الہیٰ آواز کو جو انسانوں کے اندر سے پھوٹتی ہے خاموش کردیں جب کہ امام حسینؑ کی عزاداری کا ھدف ان کے مکتب کو زندہ رکھنا ہے اہل تشیع جلوس اور نوحوں کے سبب یہ یاد دلاتے ہیں کہ مذہب شیعہ، حق طلبی، عدالت خواہی اور جہاد کا مذہب ہے۔

دوسرے الفاظ میں عطوفت اور رقت کے ہمراہ مذہبی اشعار کہنا ایک طرح کا شہداء راہ حق کے ساتھ ہمدردی اور ہمراہی کا اظہار ہے اور اس طرح سے ان کے مکتب کی حفاظت کی جاتی ہے ایسا مکتب جس کی بنیاد راہ دین میں فداکاری ہے اور ذلت خواری کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے پر رکھی گئی ہے۔ اگر یہ مجالس برپا نہ کی جائیں اور ہر سال شہداء کی یاد کو تازہ نہ کیا جائے تو ایثار و شہادت کا یہ مکتب فراموشی کی نظر ہو جائے گا۔

اہل تشیع محرم اور صفر کے مہینوں میں سوگواری کی مجالس برپا کرکے دراصل امام حسینؑ کی منطق جو سب شہداء کی منطق ہے اس کو زندہ کرتے ہیں۔

پانچواں باب

مزار کے نزدیک گناہوں کا ارتکاب

"**فقہ المزار**" کے مؤلف نے "مزار کے نزدیک انجام پانے والے گناہ" کے عنوان سے سیاہ نمائی کرتے ہوئے ایسے عناوین کا ذکر کیا ہے جو مزاروں کے نزدیک انجام دیے جاتے ہیں ہم ان میں سے بعض کا جائزہ لیتے ہیں۔

اپنے سر اور چہرے کو پیٹنا

مؤلف نے کچھ روایات کے ساتھ اس کام کو حرام ثابت کیا ہے اس کی مورد نظر روایات درج ذیل ہیں۔

پہلی حدیث

امام صادق ؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے: "ضَربُ المسلمِ یَدَہُ علیٰ فَخِذِہِ عندَ المصیبةِإحباطٌ لِأجرِہ"(۹۶)

اگر کوئی مسلمان مصیبت کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارے تو اس نے اپنی جزاء کو اپنے ہاتھ سے دے دیا۔

حدیث کا تجزیہ

اولاً: یہ حدیث صرف دو اسناد سے بیان ہوئی ہے اور دونوں ضعیف ہیں پہلی سند میں دو عوامی راوی " **نوفلی** "اور "**سکونی** " موجود ہیں اور اس کی دوسری سند میں سھل ابن زیاد کا نام آیا ہے جس کو بعض نے ضعیف راوی کی حیثیت سے بیان کیا ہے اور وہ (سھل) علی ابن حسّان سے نقل کرتا ہے کہ جس کا نام ضعیف اور ثقہ کے درمیان مشترک ہے اور واضح نہیں ہے کہ آیا وہ ضعیف ہے یا ثقہ (موثق)۔

ثانیاً: ایک اور روایت موجود ہے جو اس کو نقض کرتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا:

" مومن کی پاداش اس کے بچے کی موت میں بہشت ہے چاہے وہ صبر سے کام لے یا نہ لے۔" (۹۷)

ثالثاً: اس روایت کا موضوع ہماری بحث سے کیا تعلق رکھتا ہے ؟ آیا قبور کی زیارت یا اپنے اعزّا کے لئے سوگواری ہمیشہ انہی کاموں سے ملزوم ہے؟ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان مراسم میں یہ کام انجام نہیں دینے چاہئیں نہ یہ کہ زیارت کو حرام قرار دے دیا جائے اور عزاداری کو ناجائز کہا جائے۔

بالفرض اگر مصیبت میں ران پر ہاتھ مارنا حرام ہو تو سید الشہداء کے مراسم میں سینہ زنی کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب واضح ہے روایت میں ران پر ہاتھ مارنا

عام معانی میں ہے یعنی کسی فرد یا شخص کا مصیبت میں یہ کام کرنا یعنی بعض اوقات کسی بھاری مصیبت کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور وہ شخص ردّ عمل کے طور پر ایسا کام انجام دیتا ہے تو یہ عمل صابرین کے آداب میں شامل نہیں ہے لیکن امام حسینؑ کی عزاداری میں سینہ زنی دینی حزن وملال کی علامت ہے نہ کہ شخصی غم اور یہ کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے خاندان سے محبت کی نشانی ہے جو زمانے کے بے رحم اور سفاک انسانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اذیتیں اٹھائیں۔

دوسرے الفاظ میں یہاں سینہ زنی روح کی بے تابی اور ایمانی ضعف کی نشانی نہیں ہے اور ہر گز یہ کام خدائے متعال کی قضا و قدر پر اعتراض نہیں ہے بلکہ دراصل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل سے اندرونی محبت کا کا سرچشمہ ہے جو دین کی حقیقت کو تشکیل دیتا ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "هلِ الإيمانُ إلاّ الحُبّ والبُغض۔" (۹۸)

نوحہ خوانی، سینہ زنی اور سیاہ علم کے ہمراہ ایسے اعمال دراصل درج ذیل موارد کی یاد دھانی کراتے ہیں۔

۱۔ عدالت طلبی اور ظلم سے دوری جیسے مکاتب فکر کو زندہ رکھنا اور ظلم وستم و بے عدالتی کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا۔ ۲۔ نسل حاضر کو گذشتہ حاکموں کی خیانت اور ظالمانہ سلوک کی طرف متوجہ کرانا۔

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر گزری ہوئی مصیبتوں میں اظہار ہمدردی کرنا۔

۳۔ ایسے حکامِ وقت کو خبردار کرنا جو عدالت کے راستے سے ہٹ کر خود غرضی کے راستے پر آچکے ہوں۔

دوسری حدیث

منقول ہے کہ ایک شخص نے امام باقرؑ سے سوال کیا: "ما الجزع؟"

آپؑ نے فرمایا:

"أَشدُّ الجَزَعِ، الصُّراخُ بالوَيلِ والعَويل، و لَطمُ الوَجهِ و الصَّدرِ وجَزُّ الشَّعرِ منالنّواصي وَ مَن أقامَ النُّواحةَ فقَد تَرَكَ الصبرَ و أَخَذَ فى غيرِ طريقِهِ۔" (۹۹)

ایک شخص نے امام باقرؑ سے پوچھا "جزع (بے تابی) کیا ہے؟ امام نے بے تابی کے بالاترین درجے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا " فریاد کرنا، پچھتانا، نالہ و فغاں کرنا، اپنے سر اور چہرے کو پیٹنا، اپنے بالوں کو نوچنا اور جو شخص (ایسی حالت میں) نوحہ گری کرے تو صبر اس کے ہاتھ سے چلا گیا اور اس نے غلط راستے کا انتخاب کیا۔

حدیث کا تجزیہ

اولاً: سند کی نظر سے یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ مرحوم مجلسی کتاب " مرآۃ العقول " میں بیان کرتے ہیں۔ (۱۰۰)

ثانیاً: دو طرح سے یہ حدیث ہمارے موضوع سے مطابقت نہیں رکھتی۔

۱۔ اس روایت کا مقصود فردی اور دنیوی مصیبت ہے کہ جس میں ناگوار مصائب اور روحی صدموں کے باعث انسان اپنا صبر کھو بیٹھتا ہے اور غیر عاقلانہ اعمال کا مرتکب ہوتا ہے۔

مثلاً: آہ و فریاد بلند کرتا ہے، اپنے چہرے کو پیٹتا ہے اور اپنے آپ کو ارد گرد ٹکراتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہرگز یہ حدیث دینی مصائب اور مذہبی صدمات سے متعلق نہیں ہے کہ انسان اپنے دین پر وارد شدہ مصیبت پر نالہ و گریہ کناں ہوتا ہے۔ آئمہ طاہرینؑ کے سوگ میں شیعوں کے جلوسوں کا دوسرے نوع کی عزاداری (مذہبی عزاداری) میں شمار ہوتا ہے نہ کہ پہلی نوع **(دنیوی غم)** کی عزاداری میں۔

۲۔ حدیث میں نوحہ گری سے مراد باطل پر نوحہ کرنا ہے ہم بھی اسے حرام کہتے ہیں لیکن عزاداری میں کیے جانے والے نوحے، حق کیلئے ہیں نہ باطل کیلئے۔ شہید اول نے حق کیلئے نوحہ گری کو دونوں قسم کے مصائب کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ (۱۰۱)

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ رسول خداﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہؑ کے لئے نوحہ کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ مدینہ کی خواتین آپؐ کے مظلوم چچا کے لئے مل کر نوحہ کیا، ہم سب جانتے ہیں کہ عرب خواتین کس طرح نوحہ کرتی ہیں۔

تیسری حدیث

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

" تین چیزیں ایسی ہیں کہ معلوم نہیں ان میں سے کونسی دوسری کی نسبت جُرم میں بڑی ہے:

۱۔ جنازے کے پیچھے کسی کا عبا کے بغیر چلنا۔
۲۔ مصیبت میں کسی کا اپنی ران پر ہاتھ مارنا۔

۳۔ کسی کا میّت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس پر رحم کریں تا کہ خدا آپ پر رحم کرے۔ (۱۰۲)

حدیث کا تجزیہ

اولاً: یہ روایت سند کے حوالے سے ضعیف ہے اور " **صاحب وسائل** " نے اسے دو اسناد کے ساتھ پیش کیا ہے پہلی سند میں " نوفلی " اور " سکونی " موجود ہیں اور دوسری سند میں کچھ ایسے راویان موجود ہیں جو موثق قرار نہیں دیئے گئے جیسے احمد بن یحیٰ القطّان ، بکر ابن عبداللہ ابن حبیب ، اور تمیم ابن بہلول وغیرہ کہ ایسی روایت کے ساتھ شرعی حکم پر استدلال ممکن نہیں ہے۔

ثانیاً: اس روایت کا مضمون اسلامی اصول کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا، کیونکہ :

ا۔ بالفرض کوئی شخص عبا کے بغیر جنازے میں شرکت کرتا ہے تو آیا وہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے جسکے لئے حضرت نے فرمایا ہے:

" معلوم نہیں ان میں سے کونسی چیز دوسری کی نسبت جُرم میں بڑی ہے۔"

یا اگر کوئی میّت کے ساتھ کھڑے ہو کر یہ کہے کہ اس جنازے پر رحم کرو یعنی خدا کی رحمت اس پر بھیجو، آیا یہ جُرم ہے؟ البتہ ران پر ہاتھ مارنا۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ یہ عمل فردی مصائب سے متعلق ہے کہ صابرین والی جزاء اس شخص کو نہیں ملتی نہ یہ کہ مذہبی مصائب میں شامل ہو یا یہ کہ وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔

اس کے علاوہ بعض ایسی روایات موجود ہیں جن کے بقول بے صبری ثواب کے حرام ہونے کا باعث نہیں ہے، کلینی نے صحیح سند کے ساتھ عبداللہ ابن بکیر سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا:

"ثوابُ المؤمن مِن وَلَدِه إذا ماتَ الجنّةُ صَبَرَ أو لم يَصبِرْ" (۱۰۳)

فرزند کی موت پر مومن کا اجر بہشت ہے چاہے وہ صبر کرے یا نہ کرے۔

اچھے الفاظ میں مومن پر نوحہ کرنا

اپنے عزیزوں کی موت انسان کے اندر ایک عظیم طوفان برپا کر دیتی ہے جو انسانی وجود کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے روحی توازن کو برقرار رکھنے کیلئے چاہئے کہ کسی طرح یہ عزادار اپنے غم کو خالی کرے اور اس طوفان کو مہار کرنے کی بہترین راہ گریہ اور نوحہ کرنا ہے وہ بھی اچھے الفاظ کے ساتھ تاکہ خدا کی رحمت کا باعث بنے نہ اس کے غضب کا باعث۔ لہٰذا بہت سی احادیث ایسی ہیں جو مصائب میں بزرگان اسلام پر گریہ کے بارے میں بیان ہوئی ہیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ امام صادقؑ کی ایک بیٹی نے وفات پائی حضرت نے ایک سال اس پر گریہ کیا اس کے بعد آپکے ایک اور فرزند نے رحلت پائی تو پھر آپ ایک سال اس پر روئے پھر اسماعیل کی وفات ہو گئی آپؑ کے گریہ نے شدّت اختیار کرلی بعض افراد نے امام صادقؑ سے پوچھا آپ کے گھر سے نالہ وفریاد کی آوازیں کیوں آتی ہیں؟

حضرتؑ نے جواب میں فرمایا:

"جب حضرت حمزہؓ اس دنیا سے چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مدینہ کی خواتین اُن پر نوحہ کریں کیونکہ کوئی ان پر نوحہ کرنے والا نہیں تھا۔" (۱۰۴)

۲۔ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی:

میرا فرزند فوت ہو گیا ہے اور میں اس قدر غمگین ہوں کہ ڈرتا ہوں میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھوں۔

امامؑ نے فرمایا:

"جب بھی ایسی حالت پیش آئے تو کچھ دیر آنسو بہا لو کیونکہ یہ کام تسکین کا سبب بنتا ہے۔" (۱۰۵)

۳۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"جب جنگِ موتہ میں جعفر ابن ابی طالب اور زید ابن حارثہ نے شہادت پائی تو اس کے بعد جب بھی رسول خداؐ جعفر کے گھر جاتے تو دونوں پر گریہ فرماتے تھے۔ (۱۰۶)

۴۔ امام سجادؑ نے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد سالہا سال آپ پر گریہ فرمایا وہ دن میں روزہ رکھا کرتے تھے اور راتوں میں عبادت کیا کرتے تھے افطار کے وقت جب آپ کی نظر کھانے اور پانی پر پڑتی تو کھانے سے اجتناب کرتے تھے حضرت کا غلام آپ سے پوچھتا کہ میرے آقا! کھانا کیوں نہیں کھاتے؟

تو آپؑ فرماتے تھے:

"رسول خداؐ کے فرزند کو بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا گیا" اور اس جملے کو اتنی مرتبہ تکرار کرتے کہ آپ کے آنسو کھانے پینے کی چیزوں میں مخلوط ہو جاتے۔ (۱۰۷)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات موجود ہیں جنکی یہاں گنجائش نہیں ہے یہ مؤلف اور اس کے اساتذہ ایسے سنگدل افراد ہیں کہ جن کے دلوں سے خدا نے رحم کو

چھین لیا ہے ایک طرح سے یہ انہیں امویوں کے پیرو اور ان کی راہ کو آگے بڑھانے والے ہیں جو شیر خوار بچے کو مارنے سے لذت کا احساس کرتے ہیں لہٰذا خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز افراد پر گریہ کو، یا اسے جائز سمجھنے کو برداشت نہیں کر سکتے۔

دیگر موضوعات

مؤلف اپنی بات کو دوسری طرف موڑتے ہوئے ان موضوعات پر تنقید کرتا ہے:

۱۔ مقدس اور پاکیزہ ارواح سے ان کی رحلت کے بعد توسل۔
۲۔ ارواح مقدسہ پر نذر و نیاز کرنا۔
۳۔ اولیائے الٰہی سے شفاعت کی درخواست کرنا۔
۴۔ اولیائے الٰہی سے مدد طلب کرنا۔
۵۔ اولیائے الٰہی کی قسم کھانا۔
۶۔ ان کی قبور کے گرد طواف کرنا۔
۷۔ حرم کے اندر مرد اور عورت کا جمع ہونا۔

ان موضوعات میں سے بعض ایسے ہیں جو ہماری بحث کی حدود سے خارج ہیں لیکن ہم مختصر ان کا جائزہ لیں گے۔

۱۔ اولیاء سے توسل کرنا

مؤلف نے نہایت بے شرمی کے ساتھ ان آیات کو جو مشرکین کے لئے نازل ہوئی ہیں موحدین کے ساتھ مختص کرتے ہوئے ان سے توسل کرنے کو مشرکین کا بتوں سے توسل کرنا شمار کیا ہے لیکن یہاں مؤلف نے ایک اساسی

اصول سے عمداً یا سہواً غفلت برتی ہے یہ بات ٹھیک ہے کہ دونوں گروہ غیر خدا سے متوسل ہوتے ہیں لیکن ایک واضح فرق یہ ہے کہ مشرکین غیر خدا (بت۔۔۔) کو زندگی میں نصرت اور عزت کا مبداء سمجھتے ہوئے مغفرت کو انہی کے اختیار میں سمجھتے تھے۔

(ہم وہ آیات جو مشرکین کے عقاید پر دلالت کرتی ہیں ذکر کر چکے ہیں) لیکن موحدین خدا کے حکم سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متوسل ہوتے ہیں کیونکہ وہ انہیں ایک اعلی اور عظیم انسان سمجھتے ہیں کہ اگر وہ دعا کریں تو مستجاب ہو گی لیکن (فرق یہ ہے کہ) یہ موحدین عالم خلقت کی تدبیر اور انسان کی زندگی کو ان کے اختیار میں نہیں سمجھتے۔

۲۔ اولیاء کے لئے نذر و نیاز کرنا

نذر دراصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو وہ نذر کرتا ہے کہ اگر خدا اس کی یہ مصیبت برطرف کردے تو وہ کچھ رقم یا کوئی بھیڑ بکری ذبح کرکے اسے قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائرین کو کھلائے گا اس کام کے لئے وہ یوں کہتا ہے کہ "للہ علیّ کذا ان کان کذا" لہٰذا معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا نذر کرنا خدا کے لئے ہے اور وہ اس عمل کے ساتھ خدا کا تقرب حاصل کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں اور اس عمل کے ثواب کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اولیائے الہٰی میں سے کسی کو ہدیہ کرتے ہیں اب بتائیے کہ اس عمل میں شرک کا کونسا پہلو موجود ہے؟

۳۔ درخواست، شفاعت

شفاعت کی درخواست دراصل اولیائے الہیٰ سے طلب دعا کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے انسان اولیاء کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے دو طریقوں سے درخواست کر سکتا ہے:

۱۔ یہ کہے: "اللّهم شَفِّعْ نبيَّنا محمّداً فينا يومَ القيامة"

خدایا! پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن ہمارا شفیع قرار دے۔

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرے کہ قیامت کے دن اس کے حق میں شفاعت کریں اور یوں کہے:

"إشفَعْ لَنا عند الله"

جیسا کہ معلوم ہے کہ شفاعت کی درخواست کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

اور مسلمانوں کو اس بات کا حکم ملا تھا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا اور استغفار کی درخواست کریں لہٰذا آج بھی یہی کام ان کی وفات کے بعد انجام دیا جاتا ہے۔ اگر موت کے بعد کسی سے شفاعت کی درخواست کرنا شرک ہے تو یہی کام اس شخص کی حیات میں انجام دینا بھی شرک ہونا چاہیئے اگر کوئی یہ کہے کہ حیات کے دوران تو یہ کام مفید ہے لیکن موت کے بعد اس کام کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو اس بات کا جواب واضح ہے اور وہ یہ کہ اگر ایسا بھی ہو تو موت کے بعد اس کام کا ارتکاب بے فائدہ ہونا ہے نہ کہ شرک اور مردہ پرستی۔

دوسرا یہ کیسے ممکن ہے یہ کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بے فائدہ اور لاحاصل ہے جبکہ شہداء زندہ ہیں۔ آیا نعوذ باللہ شہداء کا رسول ان سے درجے میں کمتر ہے؟

۴۔ اولیاء سے مدد طلب کرنا

اولیائے الٰہی سے مدد طلب کرنا وہی درخواست شفاعت کا حکم رکھتا ہے یہ سب چیزیں ان کی دعاؤں سے متوسل ہونے کی طرف پلٹتی ہیں۔

۵۔ غیر خدا کی قسم کھانا

مؤلف، غیر خدا کی قسم کھانے کو حرام سمجھتا ہے جبکہ قرآن کریم غیر خدا کی قسم سے بھرا پڑا ہے۔ خدائے متعال سورہ شمس میں چاند، سورج، چاند اور سورج کی روشنیوں، روز وشب، آسمان وزمین اور انسانوں کی جان کی قسم کھاتا ہے اگر غیر خدا کی قسم کھانا شرک ہو تو نعوذ باللہ قرآن کو شرک کی ترویج کرنے والا سمجھنا چاہیئے قرآن مجید ایک جگہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی قسم کھاتے ہوئے کہتا ہے:

"وَلَعَمْرُكَ إِنّهُمْ لَفي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُون" (۱۰۹)

تیری جان کی قسم! وہ لوگ اپنی مستی میں سرگردان ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بارہا انسانوں کی جانوں کی قسم کھائی ہے قارئین محترم تفصیل کے لئے "آئینِ وہابیت" کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

۶۔ قبر کا طواف کرنا

قبور کے گرد طواف کرنا ایک نادرست عمل ہے، کسی بھی شخص کی ضریح کے گرد طواف کی حیثیت سے چکر نہیں لگانے چاہئیں لیکن مسلمانوں کا ضریح کے گرد چکر لگانا دراصل اپنی محبت و مودّت کا اظہار کرنا ہے۔

۷۔ حرم میں عورتوں اور مردوں کا اکٹھے ہونا

حرم میں عورتوں اور مردوں کا ایک ساتھ جمع ہونا مسجد الحرام میں ان کے مخلوط ہونے جیسا ہے اگر ایسا نظام قائم کیا جائے کہ مرد و عورت کے لئے جداگانہ بندوبست ہوسکے تو مسلماً یہ بات بہت اچھی ہے۔ خوش قسمتی سے آج کل حرم کے اندر حتّٰی خواتین اور مردوں کے اندر جانے کی جگہ بھی الگ الگ کردی گئی ہے اور زیارت گاہ میں بھی دونوں کے الگ الگ راستے ہیں۔

قارئین محترم ہم نے "**فقہ المزار** "کے مؤلف کے بیان کردہ سب دلائل کا تجزیہ پیش کیا ہے جس کے بعد یہ بات روشن ہو گئی ہے کہ نہ صرف اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل نما کوئی چیز بھی اس کے پاس نہیں ہے۔

یہ گروہ وہ افراد ہیں جو حق کے جویا نہیں ہیں بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ابن تیمیہ اور محمد ابن عبدالوھاب کے فاسد عقائد کو ہر حیلے اور بہانے سے لوگوں کے ذہنوں میں انڈیلیں چاہے ایک شیعہ فقیہ کا لباس ہی پہن کر "کافی " اور "وسائل " کے ذریعے اپنی بات کو ثابت کرنا پڑے۔

خدایا! ہمارے دلوں کو ایمان اور قرآن کے نور سے منور فرما۔

خدایا! خاندان رسالت کی مہر و مودّت کو ہمارے دلوں سے دور نہ کرنا۔

خدایا! ہمیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی اہل بیتؑ کے حقیقی اطاعت کرنے والوں میں سے قرار دے، ہمارے اور قرآن واہلبیتؑ کے درمیان جدائی نہ ڈالنا۔ اُن خائن ہاتھوں کو قطع کردے جو "**ثقلین**" کو ایک دوسرے سے جدا کرنا چاہتے ہیں۔

جعفر سبحانی۔ قم
۲۰ شعبان ۱۴۲۹ ہجری
یکم شہریور ۱۳۸۷ شمسی

حواشی

۱۔ آیین وهایت، ۲. وهابیّت، مبانی فکری و کارنامه عملی.
۲۔ مصباح المنیر، ص ٣٥٤.
۳۔ لقمان، ٣٠.
۴۔ کنز العُمّال، ج ١٥، حدیث ٤٢٥٥٥.
۵۔ صحیح مسلم، ج ٢، ص ٦٧١.
۶۔ وسائل الشیعة، ج ١٠، باب ٤٤، از ابواب مزار، حدیث ٢.
۷۔ نساء: ٦٤.
۸۔ صحیح مسلم، ج ٣، ص ٦٣، کتاب جنائز.
۹۔ صحیح مسلم، ج ٣، ص ٦٤.
۱۰۔ جریدة الجزیرة، تاریخ ٢٤ ذی‌القعدة، سال ١٤١١، شماره ٦٨٢٦.
۱۱۔ سنن دارقطنی، ج ٢، ص ٧٨، باب المواقیت.
۱۲۔ قرب الاسناد، ٣.
۱۳۔ خصال صدوق، ج ٢، ص ٤٠٦.
۱۴۔ صحیح مسلم، ج ٤، ص ١٢٦، باب لا تشدّ الرّحال.
۱۵۔ توبة: ٧٤.
۱۶۔ تفسیر بیضاوی، ج ٤١٦ ١.
۱۷۔ نور: ٣٦-٣٧.
۱۸۔ الدر المنثور، مندرجہ آیت کی تفسیر کے ذیل میں۔
۱۹۔ آل عمران/١٣٥.
۲۰۔ مریم/٨١.
۲۱۔ یس/٤٧.
۲۲۔ سیرة ابن هشام:١/٧٩.
۲۳۔ بقرة/٣٤.
۲۴۔ یوسف/١٠٠
۲۵۔ اسراء/٢٤
۲۶۔ بقرة/ ٢١.
۲۷۔ نور:٣٥.
۲۸۔ نور: ٢٦.

۲۹۔ نور: ۳۷.

۳۰۔ لسان العرب، ج ٤، ص ١٤، مادة «بيت.»

۳۱۔ سيوطى، الدّرّ المنثور، ج ٦، ص ٢٠٣.

۳۲۔ ابن شبّه، تاريخ المدينة المنوّرة، ج ١، ص ١٢٧.

۳۳۔ كشف الارتياب، ص ٣٨٤، چاپ دوم، به نقل از "الصراط المستقيم ابن تيمية."

۳۴۔ جو قبر، قبر حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے نام سے مشہور ہے، مسعودی کی نظر میں وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر گرامی کی قبر ہے، لیکن ہماری نظر میں وہ فاطمہ بنت اسد کی قبر ہے۔

۳۵۔ محمد بن احمد بن جبیر اندلسی، چھٹی صدی کے مشہور سیاحوں میں سے ہیں، جس نے تین بار دنیا کی سیر کیا۔ ان کا ایک سفر ۵۷۸ ؁ھ میں شروع ہوا اور ۵۸۱ ؁ھ میں ختم ہوا۔ (الاعلام، خیر الدین زرکلی، ج۵، ص۳۱۹)

۳۶۔ وہ مشہور سیاح ہیں، جو بغداد میں پیدا ہوءے اور اپنے سفر کا سلسلہ بغداد سے شروع کیا، اس سفر میں شام، مصر، حجاز، فارس کے علاقوں کا دورہ کیا، ان کا سفر ۲۷ سالوں تک جاری رہا۔

۳۷۔ شيخ طوسى، تهذيب الأحكام، ج٦، ص ٤٥٠؛ وسائل الشيعة، ج١٠،باب٢٦، از ابواب المزار، حديث١.

۳۸۔ تهذيب شيخ طوسى، ج٦، ص ٦٢، باب١٨، ح١.

۳۹۔ تهذيب شيخ طوسى، ج٦، ص ٦٢، باب١٨، ح١.

۴۰۔ التهذيب، ج٦، باب ٤٦، از ابواب المزار، حديث١.

۴۱۔ وسائل الشيعة، ج١٤، باب٤٥، از ابواب مزار، حديث١٦.

۴۲۔ كشف الارتياب، ص ٣٠٩، به نقل از مسعودى، مروج الذهب و تاريخ‌الخلفاى سيوطى، ص ٤٠٧، چاپ دارالجيل، بيروت.

۴۳۔ خصال صدوق، ج٢، ص ٤٠٦.

۴۴۔ وسائل الشيعة، ج١٠، باب ٤٩ از ابواب مزار، ح٢؛ كامل الزيارات، ص١٥٠.

۴۵۔ وسائل الشيعة، ج٢، باب٣٦، از ابواب دفن، روايات ٣ ٢١.

۴۶۔ سنن ابن ماجة، كتاب جنائز، ص ١٥٥١، ٣٦٥.

۴۷۔ وفاء الوفاء، ج٢، ص ٨٥.

۴۸۔ التهذيب، ج ١، باب تلقين المحتضرين، ص ٤٦١.

۴۹۔ وسائل الشيعة، ج٢، باب ٤٤ از ابواب دفن، حديث٢.

۵۰۔ وسائل الشيعة، ج٢، باب ٤٤ از ابواب دفن، حديث ٣.

۵۱۔ الموسوعة الرجالية، شماره٢٤٥٩ و شماره ٦٧١٣.

۵۲۔ علامہ حلیؒ کتاب المنتہیٰ ، ج۷، ص۴۰۳میں لکھتے ہیں کہ: اس لیے کہ اس سے لوگوں کو تدفین میں دشواری ہوگی، یہ حکم مباح زمینوں سے مخصوص ہے لیکن ذاتی ملکیت میں یہ حکم لاگو نہیں ہوگا۔

۵۳۔ الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۵۰ / ۳۲ مادة قبر.

۵۴۔ الفقه على المذاهب الاربعة، ج۱، ص ۵۰۵.

۵۵۔ الذکری، شهید اوّل، ج۲، ص ۳۵.

۵۶۔ النهاية، ص ٤٤، الوسيلة إلى نيل الفضيلة، ص ٦٢.

۵۷۔ وسائل الشيعة، ج۲، باب٣٦ از ابواب دفن، ح۱.

۵۸۔ وسائل الشيعة، ج۲، باب۳۰، از ابواب دفن، حديث۱.

۵۹۔ وسائل الشيعة، ج۲، باب٤٣، از ابواب دفن، حديث۲.

۶۰۔ صحيح مسلم، ج۳، كتاب جنائز، ص ٦١.

۶۱۔ حجر/۲۹.

۶۲۔ شعراء/۹۸.

۶۳۔ نووی شرح صحيح مسلم:۷/٤١.

۶۴۔ ارشاد الساری۲/٤٦٨.

۶۵۔ وسائل الشيعة، ج۱۰، باب ٤٣، از ابواب دفن، حديث۱.

۶۶۔ الذکری، نگارش شهيد اول:۲/٤٤.

۶۷۔ نک: التبرّك، احمدی میانجی، ص ۱۸٤-۱۷۸.

۶۸۔ کهف/۲۱.

۶۹۔ کهف/۲۱.

۷۰۔ تحذير الساجد باتخاذ القبور مساجد، ص ۷۲.

۷۱۔ تفسير طبری، ج۱۵، ص ۲۱۹.

۷۲۔ سنن بيهقی، ج٤، ص ۷۸؛ مستدرك حاكم، ج۱، ص ۳۷۷.

۷۳۔ وفاء الوفاء، ج۲، ص ۵۱۷.

۷۴۔ وفاء الوفاء، ج۳، ص ۸۹۷.

۷۵۔ وفاء الوفاء، ج۳، ص ۲۹۲.

۷۶۔ سنن بيهقی، ج٤، ص ۷۸؛ مستدرك حاكم، ج۱، ص ۳۷۷.

۷۷۔ خصائص كبری، ج۱، ص ۱٥٤.

۷۸۔ المزار، تأليف مفيد، ص ۱۱٦، ح۱.

۷۹۔ المزار، ص ۱۱۷، ح۳.

۸۰۔ المزار، ص ۱۱۸، ح٤.

۸۱۔ كامل الزيارات، ص ٤٢٦ -٤٢٤.

۸۲ـ الذکری، تألیف شهید اول، ج۲، ص۳۵.
۸۳ـ وسائل الشیعة، ج۲، باب۹۵، من ابواب الدفن، حدیث۲.
۸۴ـ وسائل الشیعة، ج۳، باب۲۵، من ابواب مکان المصلّی، ح۳.
۸۵ـ ذکری، تألیف شهید، ج۲، ص ۳۵.
۸۶ـ جواهر الکلام، ج٤، ص ۳٤۱ -۳۲٤.
۸۷ـ سنن ابی داودج۱، ص ۵۸؛ سنن ابن ماجة، ج۱، ص ٤۸۲.
۸۸ـ سنن ابی داود، ج۲، ص ٦۳؛ سنن ابن ماجة، ج۱، ص ٤٤۵.
۸۹ـ ر.ك: مرزهای توحید و شرك، صفحة ۲۹۵ -۲۹۹.
۹۰ـ سیرة حلبی، ج۳، ص ۳٤۸.
۹۱ـ یوسف، ۱۸.
۹۲ـ یوسف، ۸٤.
۹۳ـ وسائل الشیعة، ج۲، باب۸٤ از ابواب دفن، روایات ۹-۱.
۹۴ـ وسائل الشیعة، ج۲، باب۸٤ از ابواب دفن، حدیث۲.
۹۵ـ مجمع الزوائد، ج٦، ص ۱۲۰.
۹۶ـ کافی، ج ۳، ص ۲۲٤، حدیث ٤ و ص ۲۲۵، حدیث۹.
۹۷ـ وسائل الشیعة، ج۲، باب۷۲، روایت۷.
۹۸ـ کافی، ج۲، ص۱۲٤، حدیث۵.
۹۹ـ کافی، ج۳، ص ۲۲۳ -۲۲۲.
۱۰۰ـ مرآة العقول، ج۱٤، ص ۱۸۱.
۱۰۱ـ مرآة العقول، ج۱٤، ص ۱۸۱.
۱۰۲ـ ثلاثة لا أدری أیّهم اعظم جرماً الذی یمشی خلف جنازة فی مصیبةغیره بغیر رداء، و الذی یضرب علی فخذه عند المصیبة و الذی یقول ارفقوا و ترحموا علیه یرحمکم اللّٰه. (وسائل الشیعة، ج۲، باب ٤۷، از ابواباحتضار، حدیث۳.)
۱۰۳ـ وسائل الشیعة، ج۲، باب۷۲، روایت ۷.
۱۰۴ـ وسائل الشیعة، ج۲، باب۷، از ابواب دفن، حدیث۲.
۱۰۵ـ وسائل الشیعة، ج۲، باب ۸۷، حدیث۳.
۱۰۶ـ وسائل‌الشیعة، باب ۸۷، ح٦.
۱۰۷ـ وسائل‌الشیعة، باب ۸۷، ح۱۰.
۱۰۸ـ نساء، ٦٤.
۱۰۹ـ حجر:۷۲.
۱۱۰ـ آیین وهابیت، ص ۳۰۳.